أدبنی ربی فاحسن تادیبی (حدیث)

وصیۃ الآداب

یعنی

متعلّمین و مُعلّمین کے آداب و ظائف کا خوشنما گلدستہ

مُرتّب

شیخ طریقت حضرت مولانا محمد قمر الزمان صاحب الہ آبادی دامت برکاتہم

چشتی صابری، نقشبندی مجددی، قادری، سہروردی

یعنی

متعلمین ومعلمین کے آداب وظائف کا خوشنما گلدستہ

مرتب

شیخ طریقت حضرت مولانا محمد قمر الزمان صاحب الٰہ آبادی دامت برکاتہم

نام کتاب: وصیۃ الآداب
مرتّب: شیخ طریقت حضرت مولانا محمد قمرالزمان صاحب الٰہ آبادی دامت برکاتہم
صفحات: ۱۴۴
تعداداشاعت: باراول: ۲۱۰۰ ۱۴۲۱ھ مطابق ۲۰۰۰ء
باردوم: ۲۱۰۰ ۲۰۰۲ء بارسوم ۲۱۰۰ ۱۴۲۹ھ ۲۰۰۸ء
باہتمام: مولوی محمد عبداللہ قمرالزمان قاسمی الٰہ آبادی
کتابت: مولوی ابراہیم آمودی
قیمت: Price Rs. 60:00

ملنے کے پتے

مکتبہ دارالمعارف الٰہ آباد، بی/۶۳۹ وصی آباد. الٰہ آباد (یو،پی) ۲۱۱۰۰۳
کتب خانہ فیض ابرار، نزد قصے بینا کلاتھ اسٹور، اسٹیشن روڈ۔ انکلیشور، ضلع بھروچ (گجرات)۔
مکتبہ فیضان قمر، ٹائم ٹو ٹائم، دوکان نمبر ۷، الیس ڈی چال، بہرام باغ روڈ، جوگیشوری۔ ممبئی
مکتبہ رحمانیہ، دارالعلوم عربیہ اسلامیہ بھروچ۔ محمود نگر کنتھاریہ، ضلع بھروچ (گجرات)
کتب خانہ انجمن ترقی اردو، جامع مسجد۔ دہلی۔
مکتبہ نعیمیہ زمزم بک ڈپو مسعود پبلشنگ ہاؤس۔ دیوبند
الفرقان بکڈپو ۱۳/۱۱۴ نظیر آباد۔ لکھنؤ اشرفی کتب خانہ ۴/۱۷ بخشی بازار۔ الٰہ آباد
مکتبہ نفیس، محمد علی روڈ۔ مالیگاؤں۔ ناسک
مکتبہ علمیہ، محلہ مبارک شاہ، سہارنپور (یو،پی)

فہرست وصیۃ الآداب

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
	عرض ناشر	۷
	پیش لفظ از مؤلف	۹
	علم و علماء کی فضیلت میں چند آیات	۱۳
	علم و علماء کی فضیلت میں چند احادیث	۱۷
	علم کے فوائد	۲۲
	عالم کی مجلس میں حاضری کی فضیلت	۲۲
	مال پر علم کی فضیلت	۲۳
	علم غیر نافع کی قباحت	۲۸
	آداب الطلبة والمتعلمين	۳۴
۱	طالبِ علم کو چاہیے کہ پڑھنے سے نیت عمل اور رضائے الٰہی کی کرے۔	۳۴
۲	طالبِ علم کو چاہیے کہ اپنی تمام حاجات میں اللہ تعالیٰ کو کارساز بنائے	۳۵
۳	طالبِ علم کو چاہیے کہ کسی بڑے درجہ تک پہنچنے سے پہلے ہی علم حاصل کرلے۔	۳۶
۴	طالبعلم کو چاہیے کہ اپنے اساتذہ کے ساتھ تواضع کا معاملہ کرے۔	۳۷
۵	طالبِ علم کو چاہیے کہ اپنی صحت و فراغت کی قدر کرے۔	۳۸
۶	طالب علم کو چاہیے کہ اپنے اساتذۂ کرام کا ادب و احترام کرے۔	۳۹
۷	طالبِ علم کو چاہیے کہ آلاتِ علم کا بھی احترام کرے۔	۴۲
	مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رح کا بیان	۴۳
۸	طالب علم کو چاہیے کہ جب اس سے استاذ کی کوئی بے ادبی ہوجائے تو فوراً معافی مانگ لے۔	۴۵
۹	طالبِ علم کو چاہیے کہ استاذ کی داروگیر سے ملول خاطر نہ ہو۔	۴۵

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
۴۶	طالبِ علم کو چاہیئے کہ اپنے ابتدائی اساتذہ کا بھی ادب کرے۔	۱۰
۴۷	طالب علم کو چاہیئے کہ علم دین میں مشغولیت کو بڑی نعمت سمجھے	۱۱
۴۷	طالبِ علم کو چاہیئے کہ ملکی سیاست اور فضول بحث و مباحثہ میں وقت ضائع نہ کرے	۱۲
۴۸	طالب علم کو چاہیئے کہ اہل اہتمام سے منازعت نہ کرے	۱۳
۴۸	طالبِ علم کو چاہیئے کہ "یک در گیر محکم گیر" پر عمل کرے۔	۱۴
۴۹	طالبِ علم کو چاہیئے کہ شعارِ صالحین اختیار کرے اور تلذذ و تزین سے پرہیز کرے۔	۱۵
۵۰	طالبِ علم کو چاہیئے کہ اپنی صحت و قوت کا خیال رکھے۔	۱۶
۵۱	طالبِ علم کو چاہیئے کہ معاصی سے پرہیز کرے۔	۱۷
۵۳	طالبِ علم کو چاہیئے کہ امارد اور عورتوں کی مصاحبت سے پرہیز کرے	۱۸
۵۴	طالب علم کو چاہیئے کہ دنیاداروں کی مصاحبت سے احتراز کرے۔	۱۹
۵۵	طالبِ علم کو چاہیئے کہ تحصیل علم میں حیا و تکبر نہ کرے۔	۲۰
۵۶	طالبِ علم کو چاہیئے کہ جو کچھ اس کو علم حاصل ہو جائے تو ناز و عجب نہ کرے۔	۲۱
۵۷	طالبِ علم کو چاہیئے کہ استعداد علمی کیلئے مندرجہ ذیل امور کا لحاظ رکھے۔	۲۲
۵۷	طالب علم کو چاہیئے کہ زمانہ طالبعلمی میں خوشخط لکھنے اور تقریر کرنے کی مشق کرے۔	۲۳
۵۸	طالبِ علم کو چاہیئے کہ زمانۂ طالبعلمی ہی سے عمل کرے۔	۲۴
۶۰	طالب علم کو چاہیئے کہ تقویٰ اختیار کرے۔	۲۵
۶۲	طالبِ علم کو چاہیئے کہ مخلوق سے سوال نہ کرے۔	۲۶
۶۲	طالبعلم کو چاہیئے کہ کسی شیخ یا استاذ کا تقرب حاصل ہو جائے تو مندرجہ ذیل نصائح پر عمل کرے۔	۲۷
۶۴	طالب علم کو چاہیئے کہ کسی شیخ سے تعلق بھی رکھے۔	۲۸

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
۶۴	طالبعلم کو چاہیئے کہ علمائے متقدمین کے حالات کا مطالعہ کرتا رہے۔	۲۹
۷۱	طالب علم کو چاہیئے کہ اپنے اساتذہ کے لئے دعائے خیر کرتا رہے۔	۳۰
۷۲	وظائف العُلماء والمُعلّمین:۔	
۷۳	عالم کا وظیفہ ہے کہ اپنے علم وعمل میں اخلاص اختیار کرے۔	۱
۷۴	عالم کیلئے ضروری ہے کہ وہ اپنے قول پر عمل کرے	۲
۷۶	عالم کا وظیفہ ہے کہ خدمتِ دین کو اپنی دنیوی حاجات پر مقدم رکھے۔	۳
۷۷	عالم کا وظیفہ ہے کہ اخلاص سے کام شروع کرے، کوئی مانے یا نہ مانے	۴
۷۸	عالم کا وظیفہ ہے کہ تواضع اختیار کرے۔	۵
۷۹	عالم کا وظیفہ ہے کہ اپنے علم پر ناز وطغیان نہ کرے۔	۶
۷۹	عالم کا وظیفہ ہے کہ اپنے قلب کو مثل آئینہ کے صاف وشفاف رکھے۔	۷
۸۰	عالم کا وظیفہ ہے کہ روزانہ کسی قدر ذکر اللہ کا معمول رکھے۔	۸
۸۲	عالم کا وظیفہ ہے کہ کسی شیخ کامل سے اصلاحی تعلق ضرور پیدا کرے۔	۹
۸۵	عالم کا وظیفہ ہے کہ قال کے ساتھ حال بھی پیدا کرے۔	۱۰
۸۶	عالم کا وظیفہ ہے کہ جاہ وشہرت کا طالب نہ ہو۔	۱۱
۸۹	عالم کا وظیفہ ہے کہ امراء کی مصاحبت سے اجتناب کرے۔	۱۲
۸۹	عالم کا وظیفہ ہے کہ اپنے اندر اللہ تعالےٰ کی خشیت پیدا کرے۔	۱۳
۹۰	عالم کا وظیفہ ہے کہ فتویٰ دینے میں جلدی نہ کرے۔	۱۴
۹۲	عالم کا وظیفہ ہے کہ وعظ وتقریر سے مقصد اللہ کے بندوں کو راہ حق دکھلانا ہو۔	۱۵
۹۳	عالم کا وظیفہ ہے کہ وہ خود علم کا ادب کرے۔	۱۶

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۱۷	عالم کا وظیفہ ہے کہ طلبہ کو سمجھانے کیلئے خود بھی محنت کرے۔	۹۴
۱۸	عالم کا وظیفہ ہے کہ طلبہ کی صلاحیت معلوم کر کے ان کو پڑھنے میں لگائے۔	۹۵
۱۹	عالم کا وظیفہ ہے کہ علم کو اس کے اہل کو سپرد کرے۔	۹۶
۲۰	عالم کا وظیفہ ہے کہ جو طالبعلم عمل نہ کرے اس کو نہ پڑھائے۔	۹۷
۲۱	عالم کا وظیفہ ہے کہ مدارس دینیہ کو فساد سے بچائے۔	۱۰۱
۲۲	جو عالم مسند دعوت و مشیخت پر فائز ہو اس کا وظیفہ ہے کہ طریقہ سنت اختیار کرے۔	۱۰۳
۲۳	عالم کا وظیفہ ہے کہ جب کسی منصب عالی تک پہنچے تو اپنے ماتحتوں کا لحاظ رکھے اور خود بھی اپنی اصلاح کی فکر میں لگا رہے۔	۱۰۶
	آداب المتعلم، تلخیص از "احیاء العلوم" للغزالیؒ	۱۱۰
	وظائف المعلم، تلخیص از "احیاء العلوم" للغزالیؒ	۱۱۲
	کتاب "پا جا سراغ زندگی" سے چند اقتباسات (لأبی الحسن علی الندویؒ)	۱۱۵
	اقتباسات از "صبر و استقامت کے پیکر" ترجمہ "صفحات من صبر العلماء" للعلامہ عبد الفتاح ابو غدہؒ)	۱۲۱
	قابل مطالعہ چند کتابیں	۱۳۶
	حضرت عبد اللہ بن المبارکؒ کے اشعار اور نصائح	۱۳۷
	حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتیؒ کے نصائح	۱۳۸
	حکیم الامت مولانا تھانویؒ کی وصیت	۱۳۹
	حضرت مرشدنا و مقتدانا مصلح الامت مولانا شاہ وصی اللہ صاحبؒ کی وصیت	۱۴۰
	مآخذ و مراجع	۱۴۳

عرضِ ناشر

نحمدہ ونصلّی علیٰ رسولہ الکریم

اللہ تعالےٰ شانہٗ کا ہزار شکر ہے کہ "مکتبہ دار المعارف الہ آباد" کو عصر حاضر کے ذوق کے مطابق اپنی مطبوعات پیش کرنے کی توفیق وسعادت حاصل ہورہی ہے۔ تقریباً ستر کتابیں اس مکتبہ سے شائع ہوچکی ہیں۔ بعض کتابوں کے دوسرے اور تیسرے ایڈیشن بھی آچکے ہیں، بالخصوص "اقوال سلفؒ" مکمل سیٹ از جلد اول تا جلد پنجم ششم اور "تربیت اولاد کا اسلامی نظام" اس مکتبہ کی وہ شاہکار کتابیں ہیں جن کا ہر مسلمان گھرانہ اور اسلامی لائبریری میں ہونا نہایت ضروری ہے۔ اہل علم اور ارباب ذوق مسلسل اپنی پسندیدگی اور مضامین کی نافعیت اور اثر انگیزی کو مختلف انداز میں ظاہر فرماتے رہتے ہیں۔

نیز اقوال سلفؒ کی اول سے ششم تک کی جلدیں دوبارہ اور سہ بارہ طبع کرانے کی نوبت آئی۔ جو اہل علم اور ارباب ذوق کی جانب سے پذیرائی اور پسندیدگی کی کھلی علامت ہے۔ اللہ تعالےٰ شرفِ قبولیت سے نوازے۔ (آمین!

اس وقت مکتبہ دار المعارف الہ آباد والد محترم مخدوم العلماء شیخ طریقت حضرت مولانا محمد قمر الزماں صاحب دامت برکاتہم کی اس تالیف کو طبع کراکے پیش کرنے پر بجا طور پر فخر کرتا ہے جو حضرت والد صاحب دامت برکاتہم نے حضرت مصلح الامت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب قدس سرہ کے آستانہ پر انکی وفات کے بعد ہی ترتیب و تالیف فرمائی تھی جو "آداب الطلبہ والمتعلمین" اور "وظائف العلماء والمعلمین" کے مفید مضامین پر مشتمل ہے جس کا نام "وصیۃ الآداب" ہے۔ اور جس کو اُس وقت خانقاہِ وصی اللّٰہی میں آمد ورفت رکھنے والے علمائے اعلام نے بھی دیکھا اور پسند فرمایا تھا۔ پھر ایک عرصہ تک یہ مسودہ یونہی محفوظ رہا، لیکن جو دیکھتا اس کے مضامین نافعہ کو پسند کرتا اور منظر عام پر لائے جانے کی خواہش ظاہر کرتا

ع می دہد یزداں مراد متقیں ، اللہ تعالےٰ نے غیب سے اس کی کتابت واشاعت کی صورت

پیدا فرمائی اور حضرت والد صاحب دامت برکاتہم نے نظر ثانی فرما کر اس کے مضامین میں کسی قدر حذف و اضافہ فرمایا تو کتابت و طباعت کے مراحل سے گزر کر بفضلہ تعالےٰ اس وقت آپکے ہاتھوں میں ہے۔

ہم خادمین ادارہ اس پر اللہ تعالےٰ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اس نے ہمیں ایک مفید کتاب کے طبع کرانے کی توفیق مرحمت فرمائی۔ اور آئندہ کیلئے مزید توفیق کی دعا کرتے ہیں۔ اور قارئین کرام سے دعا کی درخواست ہے۔ بالخصوص حضرت والد محترم دامت برکاتہم کیلئے دعا فرمائیں، اللہ تعالےٰ بتمام صحت و بکمال عافیت شریعت و سنت کی اشاعت و ترویج اور سلوک و تصوف کی تشریح و وضاحت کی مزید توفیق ارزانی فرمائے۔ آمین!

اور ہم اپنے تمام معاونین کے شکر گزار ہیں، بالخصوص مکرم مفتی زین الاسلام صاحب قاسمی و محترم مولانا مقصود احمد صاحب قاسمی اور صدیق مخلص مولوی فیروز عالم صاحب قاسمی مدرسین مدرسہ بیت المعارف الہ آباد کے، کہ ان حضرات نے نہایت جہد و جانفشانی سے اس کی تصحیح و ترتیب میں حصہ لیا۔ اور اخیر میں چلتے چلاتے تلمیذ و مجاز والد ماجد مشفقی المکرم مولانا مجیب الغفار صاحب استاذ حدیث مدرسہ مظہر العلوم بنارس نے بنظر غائر دیکھا، حدیثوں کی تخریج اور کتابوں کے حوالوں اور کتابت کی بعض غلطیوں کی تصحیح فرمائی جو والد محترم کے مزید اطمینان کا سبب ہوا۔ اللہ تعالےٰ ان سبھی حضرات کو جزائے احسن عطا فرمائے۔ آمین! محمد عبد اللہ قمر الزمان قاسمی۔ ۱۱ محرم ۱۴۲۱ھ

حضرت مولانا انظر شاہ صاحبؒ اور حضرت مولانا ابرار الحق صاحبؒ کے ارشادات

ہمارے استاذ مکرم حضرت مولانا محمد انظر شاہ صاحب کشمیریؒ نے اثنائے درس بخاری فرمایا کہ یہ کتاب "وصیۃ الآداب" ایسی بصیرت افروز کتاب ہے کہ اس کا ہر طالب علم کے پاس رہنا ضروری ہے۔ نیز محی السنہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحبؒ نے "وصیۃ الآداب" کے سنانے کا امر فرمایا چنانچہ متعدد بار ہردوئی میں سنایا گیا۔ اور یہ بھی فرمایا کہ پاکستان کے اصحاب کو لکھوں گا کہ اسکی طباعت کرکے اشاعت کی جائے۔ او کما قال۔ محمد عبد اللہ قمر الزمان قاسمی الہ آبادی ۲۴ جمادی الآخرہ ۱۴۲۹ھ مطابق ۲۸ جولائی ۲۰۰۸ء
بر موقع طباعت ثالثہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

(از مؤلف)

الحمد لولیہ والصلوٰۃ علی نبیہ وعلیٰ آلہ واصحبہ المتأدبین باٰدابہ۔

عرض ہے کہ حضرت مصلح الامت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب قدس سرہٗ المتوفی ۱۳۸۷ھ کی وفات پوری امت مسلمہ کیلئے ایک عظیم سانحہ کی حیثیت رکھتی تھی، جس سے امت کے عوام و خواص سبھی حزین و غمگین ہوئے۔ خصوصاً حضرت مصلح الامت کے خانوادہ کیلئے پوری دنیا ہی تاریک اور ویران اور اس مصرعہ کی مصداق ہو گئی تھی ع

چوں کہ گل رفت و گلستاں شد خراب

چنانچہ حضرت مصلح الامتؒ کے نواسے عزیزانم مقبول احمد، سعید احمد، عزیز احمد اور محبوب احمد بھی اپنے نانا جانؒ کی مفارقت و جدائی سے بیحد بیتاب و بیقرار تھے، اس لئے انکی تسلی و تقویت نیز انکی تعلیم و تربیت کیلئے یہ بات ذہن میں آئی کہ ابھی حضرت مصلح الامتؒ کی اصلاحی باتیں تازہ بتازہ ذہن نشین ہیں، اگر ان کی روشنی میں تعلیم و تعلم کے کسی قدر آداب و وظائف جمع کر دیئے جائیں تو انشاء اللہ اس سے ان کو تسلی ہوگی اور ضرور بالضرور متاثر و مستفید ہوں گے اور یہ مصرعہ صادق آئے گا ع

بوئے گل را از کہ جوئیم از گلاب

یعنی گلاب کے پھول کے چلے جانے کے بعد عرق گلاب سے ہی گلاب کی خوشبو حاصل کی جاتی ہے اسی طرح حضرت مصلح الامتؒ کے نہ رہنے پر انکی تعلیمات و ہدایات کے تذکرہ ہی سے تسلی اور تقویت حاصل کی جا سکتی ہے۔

اس لئے حضرت مصلح الامتؒ کے اصلاحی ذوق کو ملحوظ رکھتے ہوئے طلبہ کیلئے تیس [۳۰] آداب "آداب الطلبہ والمتعلمین" کے عنوان سے اور علماء کیلئے تیئیس [۲۳] وظائف "وظائف العلماء والمعلمین" کے عنوان سے لکھے۔ اور ان دونوں کے مجموعہ کو وصیۃ الآداب کے نام سے موسوم کیا۔ اور الحمد للہ کہ اس کی تالیف سے ۱۵ر جمادی الثانیہ ۱۳۹۱ھ میں فراغت ہوگئی تھی۔

اسی کے ضمن میں حضرت مصلح الامتؒ کی سوانح بھی دو جلدوں میں لکھی جو "تذکرہ مصلح الامتؒ" کے نام سے بہت پہلے طبع ہو کر منظر عام پر آچکی ہے۔ جس پر محدث کبیر حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحبؒ اعظمی رحؒ نے نہایت جامع و بصیرت افروز مقدمہ ارقام فرمایا ہے جو قابل مطالعہ ہے۔ فجزاہم اللہ تعالےٰ۔ مگر "وصیۃ الآداب" اب تک حلیۂ طبع سے آراستہ نہ ہو سکی تھی۔ اب الحمد للہ طباعت کی صورت پیدا ہوئی۔ اس لئے دعا کریں کہ "دیر آید درست آید" کا صحیح معنی میں مصداق ہو۔

کتاب کے متعلق چند باتیں

۱۔ چونکہ اس کتاب کو حضرت مصلح الامت رحؒ کی وفات کے کچھ ہی دنوں بعد لکھنا شروع کر دیا تھا، اس لئے جو کچھ لکھتا تھا اس کو خانقاہِ مصلح الامتؒ میں جو علماء مقیم تھے یا جو علماء خانقاہ میں تشریف لاتے ان کو اپنا لکھا ہوا سناتا یا دکھاتا تھا۔ چنانچہ حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی رحؒ خانقاہ میں تشریف لائے، تو ان کو بھی حسب معمول دکھلایا، بفضلہٖ تعالےٰ انھوں نے پسندیدگی کا اظہار فرمایا، مگر اس کے اختصار کا مشورہ دیا۔ اس لئے اس حقیر نے اس کو کافی مختصر کر دیا۔

اسی طرح حضرت مولانا قاری صدیق احمد صاحب باندوی رحؒ تشریف لائے تو ان کو بھی دکھلایا انھوں نے بھی پسند فرمایا۔ بلکہ کچھ دنوں کے بعد ایک مرتبہ دریافت فرمایا کہ "وصیۃ الآداب چھپی یا نہیں؟ اس سے بھی ان کی پسندیدگی کا اندازہ ہوا۔

۲۔ الحمد للہ علیٰ احسانہ کہ دار العلوم کنتھاریہ کے مدرس مولوی ابراہیم آمودی سلمہٗ نے اس کی

اللہ تعالیٰ کتابت کردی اور مولانا محمد قاسم صاحب گودروی استاذ دارالعلوم کنتھاریہ نے نہایت جانفشانی سے اس کی تصحیح کی۔ مزید عزیزم مولانا مقصود احمد صاحب گورکھپوری اور عزیزم مولانا مفتی زین الاسلام صاحب الہ آبادی نے اس کی ترتیب و تصحیح میں کافی سعی کی نیز عزیزم مولوی فیروز عالم سلمہٗ نے بھی اس سلسلہ میں کافی محنت و مشقت برداشت کی۔ اخیر میں مولانا مفتی اسمٰعیل صاحب مدرس دارالعلوم کنتھاریہ نے دیکھا جس سے مزید اطمینان ہوا۔ اللہ تعالیٰ ان حضرات کو اور جتنے لوگوں نے علمی و مالی مدد فرمائی ہے سب کو اپنی خاص رحمت سے نوازے اور جزائے احسن عطا فرمائے۔ آمین!

۳۔ احقر نے بعد میں اس کتاب کے اندر امام غزالیؒ کی "احیاء العلوم" اور حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی قدس سرہٗ کی کتاب "پا جا سراغ زندگی" اور حضرت العلامہ عبدالفتاح ابوغدہ کی تصنیف "صفحات من صبر العلماء" کے ترجمہ "صبر و استقامت کے پیکر" سے چند مفید اقتباسات بھی شامل کئے ہیں۔ امید کہ ان سے بھی لوگوں کو نفع ہوگا۔

۴۔ پہلے لکھ چکا ہوں کہ یہ کتاب "وصیۃ الآداب" اپنے بچوں یعنی حضرت مصلح الامتؒ کے نواسوں کے لئے ۱۳۹۱ھ میں لکھا تھا مگر اسکی طباعت میں اتنی تاخیر ہوئی کہ ماشاء اللہ سبھی بچے عالم فاضل ہو چکے ہیں۔ یعنی عزیزانم مقبول احمد، سعید احمد و عزیز احمد دارالعلوم دیوبند سے اور محبوب احمد دارالعلوم ندوہ سے فارغ ہو چکے ہیں۔ بلکہ ان کے دو علاتی بھائی جو ان سے بہت چھوٹے ہیں وہ بھی یعنی محمد عبداللہ نے دارالعلوم دیوبند سے سند فراغت حاصل کی اور محمد عبیداللہ انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب دارالعلوم ندوہ سے سند عالمیت حاصل کرلیں گے۔ بفضلہ تعالیٰ سعید احمد سلمہٗ نے تو دارالعلوم ندوہ سے بھی تخصص ادب کیا اور جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں چار سال تعلیم حاصل کرکے سند فراغ حاصل کیا۔ اب بحرین میں سعودیہ کی طرف سے مبعوث ہیں۔ ماشاء اللہ وہاں وعظ و بیان کا بھی سلسلہ جاری ہے جس سے لوگ کافی متاثر ہیں۔ اللّٰھم زد فزد

۵۔ یوں تو اس کتاب کو خاص طور سے اپنے بچوں ہی کیلئے لکھا ہے مگر اس میں تعلیم و تعلم کے جو آداب و وظائف ذکر کئے گئے ہیں وہ کسی فرد یا جماعت یا محض لڑکوں اور مردوں کیلئے مخصوص نہیں بلکہ تمام طلبہ و علماء

(خواہ ذکور ہوں یا اناث) جو بھی تعلیم و تعلم میں مشغول ہیں ان سب کو ان آداب و وظائف سے مزین و آراستہ ہونا لازم و ضروری ہے۔ بغیر اس کے نورانیت و روحانیت کا حصول بہت مشکل ہے۔ خوب سمجھ لیں!

لہٰذا یہ حقیر تمام طلبہ و علماء اور جامعات الصالحات کی متعلمات و معلمات کو عموماً اور اپنے بیٹوں، پوتوں، نواسوں اور بیٹیوں، پوتیوں، نواسیوں کو نسلاً بعد نسل خصوصاً نصیحت کرتا ہے کہ ان آداب سے آراستہ ہو کر حقیقی سعادت حاصل کریں!

اخیر میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وہ نصیحت جو اللہ تعالیٰ کے ارشاد وَأَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْأَقْرَبِيْنَ (ترجمہ: اور آپ اپنے قریبی رشتہ داروں کو 'عذاب الٰہی سے' ڈرائیے) کے نزول کے بعد آپ نے اپنے خویش و اقارب کو جمع کر کے فرمائی ہے، جو حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے، اس کا بعض حصہ اپنے متعلقین کو یاد دلاتا ہوں:۔

یاعباس بن عبد المطلب لا اغنی عنك من الله شيئا۔	اے میرے چچا عباس بن عبد المطلب! میں اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں آپ کو ذرا بھی فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔
یاصفیة عمة رسول الله لا اغنی عنك من الله شيئا۔	اے میری پھوپھی صفیہ! میں اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں آپ کو ذرا بھی فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔
یافاطمة بنت محمد سلینی ما شئت من مالی لا اغنی عنك من الله شيئا۔	اے میری بیٹی فاطمہ! جو کچھ مال مجھ سے لینا چاہو مانگ لو میں اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں (کل قیامت میں) ذرا بھی تم کو فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔

ایک دوسری روایت میں ہے:۔

یافاطمة انقذی نفسك من النار فانی لا املك لكم من الله شيئا۔ (من معین الشمائل ۵۹)	اے میری بیٹی فاطمہ! اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے بچاؤ، میں اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں تم لوگوں کیلئے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں۔

اللہ تعالیٰ سے التجا ہے کہ اس سعی ناتمام کو قبول تام سے نوازے اور اسے عام مسلمانوں کیلئے مفید بنائے۔ آمین یارب العالمین

محمد قمر الزمان۔ ۸ر ذوالحجہ ۱۴۲۰ھ مطابق ۱۵ر مارچ ۲۰۰۰ء

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید الاولین والاٰخرین وعلیٰ اٰلہ المتادبین بآدابہ واصحابہ المتخلقین باخلاقہ وعلیٰ من اتبعھم باحسان الیٰ یوم الدین۔

امّا بعد: عزیزانم۔ اَسعدکُمُ اللّٰہُ وَعَلَّمَکُمُ اللہ تعالیٰ تم لوگوں کو سعادتمند بنائے اور علم ومعرفت سے نوازے۔ اس بات کو خوب دلنشین کرلو کہ علمِ دین سے بڑھ کر کوئی دولت نہیں جس پر اللہ تعالیٰ کا فضل ہو جاتا ہے وہی اس دولت سے نوازا جاتا ہے حضرت معاذ بن جبلؓ فرماتے ہیں: یُلھمہ السعداءُ ویحرمہ الاشقیاء جو لوگ سعادت مند ہیں انہیں کو یہ علم دیا جاتا ہے اور بدبخت لوگ اس سے محروم رکھے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ بہت سی آیات واحادیث ہیں جو علم وعلماء کی فضیلت میں وارد ہیں۔ جن میں سے چند آیات یہ ہیں۔

علم وعلماء کی فضیلت میں چند آیات

۱۔ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُوا الْأَلْبَابِ (الزمر ع۱)

آپ کہئے کہ کیا علم والے اور جہل والے دونوں برابر ہیں۔ بے شک وہی لوگ نصیحت پکڑتے ہیں جو اہل عقل ہیں۔

ف: اس آیت میں تصریح ہے کہ عالم اور غیر عالم برابر نہیں اللہ تعالیٰ کی آیات ہیں

تفکر اور ان سے تذکر اہل علم اور اہل عقل ہی کا حصہ ہے۔

(۲) وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ وَمَا يَعْقِلُهَا اِلَّا الْعَالِمُوْنَ ۔ سورہ العنکبوت ۴۳

اور ہم ان مثالوں کو تمام ہی لوگوں کیلئے بیان کرتے ہیں۔ مگر ان مثالوں کو بس علم والے ہی سمجھتے ہیں۔

ف: سبحان اللہ اس آیت میں علماء کی کیسی فضیلت بیان فرمائی کہ قرآن پاک میں جو مثالیں بیان کی گئی ہیں ان کو علماء ہی سمجھتے ہیں۔

(۳) وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا ○ آپ کہئے کہ اے میرے رب میرے علم کو زیادہ کردیجئے۔ (سورہ طٰہٰ ۱۱۴)

ف: اس سے علم کا فضل و شرف ظاہر ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی چیز کی زیادتی کے لئے دعا کا امر نہیں فرمایا سوائے علم کے اور یہاں علم سے مراد علم شرعی و دینی ہے خوب سمجھ لو۔

(۴) يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ○ (سورۃ المجادلہ ۱۱)

اللہ تعالیٰ تم میں ایمان والوں کے اور (ایمان والوں میں) ان لوگوں کے (اور زیادہ) جنکو علم (دین) عطا ہوا ہے (اخروی) درجے بلند کریگا (بیان القرآن)

ف: فتح الباری میں حافظ ابن حجر اسی آیت کے تحت یوں تحریر فرماتے ہیں:

یرفع اللہ المومن العالم علی المومن غیر العالم ورفعۃ الدرجات تدل علی الفضل۔ ترجمہ: اللہ تعالیٰ مؤمن عالم کو مؤمن غیر عالم پر رفعت دینگے اور درجات کی رفعت فضیلت پر دلالت کرتی ہے۔ (فتح الباری ص ۱۴۱ ج ۱)

(۵) اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ غَفُوْرٌ ○ (سورۃ الفاطر ۲۸)

اللہ تعالیٰ سے اس کے وہی بندے ڈرتے ہیں جو (اسکی عظمت کا) علم رکھتے ہیں۔

(اگر علم عظمت کا اعتقادی ہے تو خشیت بھی اعتقادی ہے اور اگر علم عظمت کا حالی ہے

تو خشیت بھی حالی ہے) واقعی اللہ تعالیٰ (سے ڈرنا فی نفسہٖ بھی ضروری ہے کیوں کہ وہ) زبردست ہے (کہ سب کچھ کر سکتا ہے اور ایک غایت مقصود کی وجہ سے بھی ضروری ہے کیونکہ وہ ڈرنے والوں کے گناہوں کا) بڑا بخشنے والا ہے (پس خشیت مقتضائے عزت بھی ہے اور مقتضائے غفوریت بھی) (بیان القرآن)

حضرت حسن بصریؒ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ عالم وہ شخص ہے جو خلوت وجلوت میں اللہ سے ڈرے۔ اور جس چیز کی اللہ نے ترغیب دی ہے وہ اس کو مرغوب ہو۔ اور جو چیز اللہ کے نزدیک مبغوض ہے اسکو اس سے نفرت ہو۔ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔

لیس العلم بکثرۃ الحدیث ولکن العلم عن کثرۃ الخشیۃ۔ یعنی بہت سی احادیث یاد کرلینا یا بہت باتیں کرنا کوئی علم نہیں بلکہ علم وہ ہے جس کے ساتھ اللہ کا خوف ہو۔

حاصل یہ ہے کہ جس قدر کسی میں خدائے تعالیٰ کا خوف وخشیت ہے وہ اسی درجہ کا عالم ہے۔ اور احمد بن صالح مصری نے فرمایا کہ خشیۃ اللہ کو کثرت روایت اور کثرت معلومات سے نہیں پہچانا جاسکتا بلکہ اس کو کتاب وسنت کے اتباع سے پہچانا جاتا ہے۔ (ابن کثیر)

شیخ شہاب الدین سہروردیؒ نے فرمایا اس آیت میں اشارہ پایا جاتا ہے کہ جس شخص میں خشیت نہ ہو وہ عالم نہیں (مظہری) اس کی تصدیق اکابر سلف کے اقوال سے بھی ہوتی ہے۔ حضرت ربیع بن انسؓ نے فرمایا من لم یخش فلیس بعالم یعنی جو اللہ سے نہیں ڈرتا وہ عالم نہیں۔ اور مجاہدؒ نے فرمایا انما العالم من خشی اللہ یعنی عالم تو صرف وہی ہے جو اللہ سے ڈرے" سعد بن ابراہیم سے

کسی نے پوچھا کہ مدینہ میں سب سے بڑا فقیہہ کون ہے؟ تو فرمایا اتقاھم لربہ یعنی جو اپنے رب سے سب سے زیادہ ڈرنے والا ہو۔ (معارف القرآن)

حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہٗ نے علماء کی فضیلت کے سلسلہ میں خوب بات لکھی ہے کہ اِنَّمَا یخشی اللہ من عبادہ العلماء سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی خشیت کو خاص اہل علم کا حصہ قرار دیا ہے اور سورۃ البینہ کی آیت ذالک لمن خشی ربہ سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ جنت اور رضائے الٰہی اہل خشیت کے لئے مخصوص ہے۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ رضاء و جنت علماء کرام ہی کا نصیب وحصہ ہے۔ (تفسیر عزیزی)

⑥ وَقَالَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَیْلَکُمْ ثَوَابُ اللّٰہِ خَیْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا۔ (سورۃ القصص) اور جن لوگوں کو علم عطا ہوا تھا وہ کہنے لگے کہ ارے تمہارا ناس ہو اللہ تعالیٰ کا دیا ثواب بہتر ہے ان کے واسطے جو ایمان لائے اور عمل صالح کیا۔

ف: یعنی قارون جب لباس فاخرہ پہن کر بہت سے خدم وحشم کے ساتھ بڑی شان وشوکت سے نکلا تو طالبین دنیا کی آنکھیں دیکھ کر چندھیا گئیں اور کہنے لگے کاش ہم بھی دنیا میں ایسے ہی ترقی وعروج حاصل کرتے۔ بے شک قارون بڑا ہی قسمت اقبال اور بڑی قسمت والا ہے۔ مگر سمجھدار اور ذی علم لوگوں نے کہا کہ کم بختو! اس فانی چمک دمک میں کیا رکھا ہے جو ریجھے جاتے ہو۔ مؤمنین صالحین کو اللہ کے پاس جو دولت ملنے والی ہے اس کے سامنے یہ ٹیپ ٹاپ محض ہیچ اور لاشئی ہے۔ اتنی بھی نہیں جو ذرہ کو آفتاب سے ہوتی ہے۔ (از ترجمہ مولانا دیوبندی)

⑦ وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ کُلَّھَا ... مَا کُنْتُمْ تَکْتُمُوْنَ (سورۃ البقرہ ع۴)

اور سکھلا دیئے اللہ نے آدم کو سب چیزوں کے نام الخ

ف : اس سے علم کی فضیلت عبادت پر ثابت ہوئی۔ دیکھئے عبادت میں ملائکہ اس قدر بڑھے ہوئے ہیں کہ معصوم ہیں۔ مگر علم میں چونکہ انسان سے کم ہیں اس لئے مرتبہ خلافت انسان ہی کو عطا ہوا۔ اور ملائکہ نے بھی اسکو تسلیم کرلیا۔ اور ہونا بھی یوں ہی چاہیئے کیونکہ عبادت تو خاصہ مخلوقات ہے۔ خدا کی صفت نہیں البتہ علم خدا کی صفت اعلیٰ ہے اس لئے قابل خلافت یہی ہوئے۔ کیونکہ ہر خلیفہ میں اپنے مستخلف عنہ (جسکا خلیفہ ہے) کا کمال ہونا ضروری ہے۔ (از ترجمہ مولانا دیوبندیؒ)

⑧ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ عِلْمًا وَّقَالَا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ فَضَّلَنَا عَلٰى كَثِيْرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِيْنَ (سورۃ النمل ۱۵) اور ہم نے داؤد و سلیمان کو علم عطا فرمایا اور ان دونوں نے کہا کہ تمام تعریف اللہ کے لئے ہے جس نے ہم کو اپنے بہت سے ایمان والے بندوں پر فضیلت بخشی۔ قاضی بیضاویؒ اس آیت کے تحت فرماتے ہیں کہ اس میں علم کی فضیلت اور اہل علم کے شرف پر دلیل ہے۔ اس لئے کہ ان دونوں حضراتؑ نے صرف علم پر شکر ادا فرمایا اور اس کو فضل کا اساس قرار دیا۔ اور اس کے علاوہ جو دوسرے انعامات مثلاً ملک و سلطنت جو ان کے علاوہ دوسروں کو نہیں دیا گیا اس کا اعتبار نہ فرمایا۔

اب علم و علماء کی فضیلت کے سلسلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات عالیہ نقل کرتا ہوں بغور مطالعہ کرو

علم و علماء کی فضیلت میں چند احادیث

① عن معاویہ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من یرد اللہ بہ خیرا یفقھہ فی الدین۔ متفق علیہ (الترغیب و الترہیب ج ۱ ص ۹۲)

حضرت معاویہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ خیر کا ارادہ فرماتے ہیں اس کو فقہ فی الدین عطا فرماتے ہیں۔

(۲) عن حذیفۃ بن الیمان رضی اللہ عنھما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فضل العلم خیر من فضل العبادۃ وخیر دینکم الورع (رواہ الطبرانی فی الاوسط والبزار باسناد حسن، الترغیب کتاب العلم ص۹۳)

حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ علم کا فضل عبادت کے فضل سے بہتر ہے اور دین کی بہترین شے ورع (زیادہ احتیاط) ہے۔

(۳) عن ابی الدرداء رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من سلک طریقا یلتمس فیہ علما سھل اللہ لہ طریقا الی الجنۃ وان الملائکۃ لتضع اجنحتھا لطالب العلم رضا بما یصنع وان العالم یستغفر لہ من فی السموات ومن فی الارض حتی الحیتان فی الماء۔ وان فضل العالم علی العابد کفضل القمر علی سائر الکواکب وان العلماء ورثۃ الانبیاء وان الانبیاء لم یورثوا دینارا ولا درھما انما ورثوا العلم فمن اخذہ اخذ بحظ وافر

(مشکوۃ ۔ کتاب العلم ص۳۴)

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے کہ جو شخص علم دین کیلئے کوئی راستہ چلتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کا راستہ آسان فرما دیتے ہیں اور ملائکہ اس کے عمل سے راضی ہو کر اپنے پر پھیلا دیتے ہیں اور عالم کیلئے تمام آسمان و زمین والے استغفار کرتے ہیں یہاں تک کہ مچھلیاں پانی میں اس کیلئے دعائے مغفرت کرتی ہیں۔

اور یقیناً عالم کا فضل عابد پر ایسا سمجھو جیسا کہ چاند کو فضل و برتری حاصل ہے جملہ ستاروں پر اور یقینا علماء ورثۃ الانبیاء ہیں۔ اور انبیاء علیہم السلام اپنے بعد والوں کیلئے دینار و درہم چھوڑ کر نہیں جاتے بلکہ علم کو اپنے ورثہ کیلئے چھوڑ کر دنیا

مال و دولت ۱۲

سے تشریف لے جاتے ہیں۔ پس جس نے علم کو لیا اس نے بڑا حصہ حاصل کیا۔

(۴) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افضل الصدقۃ ان یتعلم المرء المسلم علما ثم یعلمہ اخاہ المسلم (رواہ ابن ماجہ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سب سے افضل صدقہ یہ ہے کہ مسلمان آدمی علم سیکھے پھر اپنے مسلمان بھائی کو سکھاوے۔

(۵) عن انس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من خرج لطلب العلم فھو فی سبیل اللہ حتی یرجع۔ (رواہ ترمذی ترغیب ۶۹)

حضرت انس رضؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص طلب علم میں اپنے گھر سے باہر نکلا تو جب تک وہ واپس نہ آئیگا اللہ کے راستہ میں سمجھا جائیگا۔

(۶) روی عن ابی ذر وابی ھریرۃ انھما قالا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا جاء الموت لطالب العلم وھو علی ھٰذہ الحالۃ مات فھو شھید۔ (الترغیب ۶۱)

حضرت ابوذر رضؓ وابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ طالب علم کی وفات جب زمانہ تعلم میں ہوتی ہے تو وہ شہادت کے درجہ سے نوازا جاتا ہے۔

(۷) روی عن ابی موسیٰ رضؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یبعث اللہ العباد یوم القیامۃ ثم یمیز العلماء فیقول یا معشر العلماء انی لم اضع علمی فیکم لاعذبکم اذھبوا فقد غفرت لکم۔ (رواہ الطبرانی فی الکبیر ص۶۵)

حضرت ابوموسیٰ رضؓ سے روایت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے بندوں کو مبعوث کریں گے پھر علماء کو علیحدہ کر کے فرماوینگے کہ اے علماء کی جماعت میں نے اپنے علم کو تم میں اس لئے نہیں رکھا تھا کہ تم کو عذاب دوں جاؤ تم سب کی مغفرت کر دی۔

ف : مندرجہ بالا احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف عنوانات سے طلبہ اور علماء دین کی متعدد فضیلتیں بیان فرمائی ہیں مثلاً یہ کہ اگر کوئی شخص طلب علم کی نیت سے نکلا اور ابھی علم کامل حاصل نہ کرسکا تھا کہ اسکی وفات ہوگئی تو اس کو شہادت کا درجہ ملتا ہے اور جب تک کہ طلب علم میں مشغول رہتا ہے۔ محنت مشقت کرتا رہتا ہے اس وقت تک جہاد فی سبیل اللہ کا ثواب ملتا ہے اور جب چلتا ہے تو فرشتے اپنے مبارک پروں کو اسکے لئے بچھا دیتے ہیں اور کیا یہ کم بات ہے کہ علماء کیلئے اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق دعائے مغفرت کرتی ہے۔ نیز یہ کتنی بڑی خوشخبری وبشارت ہے کہ علماء انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں نیز ان کے لئے مغفرت کی خوشخبری دی گئی ہے

ع۔ بریں مژدہ گرجاں فشانم رواست ترجمہ: اس خوشخبری پر جان قربان کردوں تو صحیح ہے

علامہ ابن قیمؒ نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب مدارج السالکین میں علم کو عالم کیلئے حیات لکھا ہے۔ اور جہل کو جاہل کیلئے موت پھر اس کے مناسب اقوال نقل فرمائے ہیں۔ جو بہت ہی مفید ہیں۔ اس لئے ان کا ترجمہ نقل کرتا ہوں۔ وھو ھذا

امام احمدؒ نے کتاب الزھد میں منجملہ کلام لقمان کے ایک بات یہ نقل فرمائی ہے کہ انہوں نے اپنے صاحبزادے سے فرمایا کہ اے بیٹے علماء کی مجالست اختیار کرو اور ان سے خوب مل کر بیٹھا کرو۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نور حکمت سے قلوب کو زندہ فرمادیتے ہیں جسطرح زمین کو تیز بارش سے زندہ (یعنی سرسبز وشاداب) فرمادیتے ہیں۔

معاذ بن جبلؓ نے فرمایا کہ علم سیکھو اس لئے کہ اس کا تعلم موجب خشیت ہے اور اس کی طلب عبادت ہے۔ اور اس کا آپس میں مذاکرہ تسبیح ہے۔ اور مسائل میں بحث ومباحثہ کرنا جہاد ہے۔ اور غیر عالم کو اس کی تعلیم صدقہ ہے اور اس کے اہل پر اسکو خرچ کرنا طاعت ہے۔ اس لئے کہ یہ حرام وحلال کے نشانات ہیں۔ کیونکہ انہیں کے ذریعہ

حرام وحلال میں تمیز ہوتی ہے۔ اور اہل جنت کے راستوں کی علامت ہے یعنی اگر آدمی علم حاصل کرے اور اس پر عمل کرے تو جنت تک پہنچ جائیگا۔ علم وحشت میں مونس ہے اور مسافرت میں ساتھی ہے اور خلوت میں ہم کلام ہے اور خوشی اور رنج ہر موقعہ پر رہنما ہے۔ اور اعداء کے مقابلہ میں سلاح ہے اور دوستوں میں سبب زینت ہے اس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ قوموں کو رفعت عطا فرماتے ہیں جس کی وجہ سے امور خیر میں سردار اور ایسے امام ہو جاتے ہیں جن کے آثار کی پیروی کی جاتی ہے اور ان کے افعال کی اقتداء کی جاتی ہے۔ اور ان کی رائے کو آخری فیصلہ سمجھا جاتا ہے۔ ملائکہ انکی خلت (دوستی) کی طرف رغبت کرتے ہیں۔ اور اپنے بازوُں سے ان کو مسح کرتے ہیں اور ہر خشک و تر شئے یعنی سمندر کی مچھلیاں اور کیڑے مکوڑے اور خشکی کے درندے اور جانور سب کے سب ان کیلئے استغفار کرتے ہیں اور یہ سب اس لئے ھیکہ علم قلوب کی حیات ہے اور تاریکیوں میں آنکھوں کا چراغ ہے۔ بندہ اس کے ذریعہ نیکوں کے منازل تک اور دنیا و آخرت میں درجات عالیہ تک پہنچ جاتا ہے۔ اس میں تفکر روزہ کے برابر ہے اور اس کا پڑھنا پڑھانا شب میں قیام کے برابر ہے اور اسی کے ذریعہ صلہ رحمی کی جاتی ہے۔ اسی سے حلال کو حرام سے تمیز کی جاتی ہے۔ اور وہ عمل کا امام ہے۔ اور عمل اس کے تابع ہے۔ یہ سعداء (خوش نصیبوں) ہی کو دیا جاتا ہے۔ اور اشقیاء (بدبختوں) کو اس نعمت سے محروم رکھا جاتا ہے۔ اس روایت کو مرفوعًا بھی روایت کیا گیا ہے مگر اصح موقوف ہی ہے۔ (مدارج السالکین صہ ۲۶۱ ج ۳)

منقول ہے کہ حضرت عبداللہ ابن مبارک سے کسی نے کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ آپ کو مطلع فرمائیں کہ آج شام کو آپ کی وفات ہو جائے گی تو اس روز کون سا عمل کریں گے۔ تو ارشاد فرمایا کہ طلب علم کے لئے مستعد ہو جاؤں گا۔ اس لئے کہ اللہ نے حضور اقدس ؐ کو کسی چیز کی زیادتی کی

طلب کا امر نہیں فرمایا سوائے علم کے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے قُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا یعنی آپ کہئے کہ اے اللہ تعالیٰ آپ میرے علم کو بڑھا دیجئے۔

علم کے فوائد

حضرت شاہ عبدالعزیزؒ نے سیدنا و ابونا آدم علیہ السلام کے استحقاق خلافت کے بیان کے ضمن میں علم کے کچھ فوائد و فضائل تحریر فرمائے ہیں ان کا ترجمہ یہاں درج کرتا ہوں۔

عالم کی مجلس میں حاضری کی فضیلت

فقیہہ ابواللیث سمرقندیؒ نے فرمایا کہ کسی عالم کی مجلس میں محض حاضری دینا بھی بغیر اس کے کہ کوئی (علمی و عملی) فائدہ حاصل کرے یا کوئی مسئلہ یاد کرے سات کرامت کا موجب ہے۔

اول یہ کہ اس کا شمار متعلمین کے زمرہ میں ہو جاتا ہے اور ان کیلئے جس ثواب کا وعدہ کیا گیا ہے وہ اس میں شریک ہو جاتا ہے۔

دوم یہ کہ جب تک وہ مجلس علم میں رہتا ہے گناہ سے محفوظ رہتا ہے۔

سوم یہ کہ جب وہ طلب علم کی نیت سے اپنے گھر سے نکلتا ہے تو طالب علموں کے لئے جو ثواب موعود ہے اس میں وہ بھی داخل ہو جاتا ہے۔

چہارم یہ کہ علم کے حلقہ میں جب نزول رحمت کا وقت آتا ہے تو وہ اس میں شامل ہو جاتا ہے

پنجم یہ کہ جب تک علم کے مذاکروں کو سنتا رہتا ہے گویا عبادت ہی میں ہے۔

ششم یہ کہ جب علم کے مشکل و دقیق مسائل کو سنتا ہے اور وہ اس کو سمجھ نہیں پاتا تو شکستہ دل ہو جاتا ہے۔ جسکی وجہ سے وہ منکسرۃ القلوب کی فہرست میں داخل ہو جاتا ہے۔ چنانچہ روایت ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے رب! میں آپ کو کہاں تلاش کروں؟ تو جواب ملا کہ جن کے قلوب ٹوٹے ہوئے ہیں وہاں تلاش کرو! (فی شرح الاحیاء، بیاض مصلح الامتؒ)

ہفتم یہ کہ علم کی عزت اور فسق و جہل کی ذلت اس کے دل میں بیٹھ جاتی ہے جسکی وجہ سے جہلاء و فساق سے یک گونہ نفرت سی ہو جاتی ہے۔ تو دیکھو یہ حال ہے اس شخص کا جو صرف علماء کی مجلس سے بہرہ ور رہے تو اسی سے ان لوگوں کا فضل معلوم کر لینا چاہئے۔ جو ان حضرات علماء سے بے شمار فوائد دینی و اخروی حاصل کر رہے ہیں (تفسیر عزیزی)

مال پر علم کی فضیلت

امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ علم کو مال پر سات وجہ سے فضیلت ہے۔
اوّل یہ کہ علم پیغمبروں کی میراث ہے اور مال فرعون، ہامان اور شداد و نمرود کی۔
دوم یہ کہ یہ علم خرچ کرنے سے کم نہیں ہوتا بلکہ زیادہ ہی ہوتا ہے بخلاف مال کے کہ خرچ کرنے سے کم ہوتا ہے۔

سوم یہ کہ مال نگہبانی کا محتاج ہوتا ہے اور علم خود ہی اہل علم کا نگہبان و محافظ ہوتا ہے۔
چہارم یہ کہ جب آدمی مرتا ہے تو مال کو چھوڑ کر رخصت ہو جاتا ہے مگر علم اس کے ساتھ قبر میں جاتا ہے۔

پنجم یہ کہ مال ایسی نعمت ہے جس میں خسیس و کمینے لوگ بھی شریک ہیں یعنی مؤمن و کافر سبھی کو ملتا ہے۔ اور علم نافع سوائے مرد مومن کے کسی غیر کو نصیب نہیں ہوتا۔
ششم یہ کہ کوئی جماعت ایسی نہیں ہے جو اپنے دینی امور میں عالم کی محتاج

نہ ہو مگر بہت سی جماعتیں ایسی ہیں جو مالداروں کی محتاج نہیں ہیں۔

ہفتم یہ کہ علم پل صراط پر گزرنے میں قوت دیگا۔ مگر مال وہاں ضعف پیدا کر دیگا۔

علماء نے فرمایا ہے علم کی فضیلت کیلئے اتنا کافی ہے کہ تعلیم کردہ کتے کا شکار حلال ہو جاتا ہے۔ باوجودیکہ وہ خود نجس ہے اور کمزور چیونٹی کو اللہ جل شانہ نے ایک نکتۂ علمی کی بنا پر اس قدر پسند فرمایا کہ اس کی کہی ہوئی بات کو اپنے کلام میں نقل فرمایا۔ اور پوری سورت کو اسی چیونٹی کی طرف منسوب فرما دیا۔ اور سورۂ نمل نام رکھ دیا۔ وہ نکتۂ علمی یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے لشکری دیدہ و دانستہ ضعیف و کمزور چیونٹی کو بھی نہیں ستاتے۔ چنانچہ اس کی زبان سے نکلی ہوئی بات کو بعینہٖ نقل فرما دیا لَا یَحْطِمَنَّکُمْ سُلَیْمٰنُ وَجُنُوْدُہٗ وَھُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ (سورۃ النمل آیت ۱۸) یعنی ایک چیونٹی نے کہا کہ اے چیونٹیو! اپنے اپنے سوراخوں میں جا گھسو کہیں تم کو سلیمانؑ اور ان کے لشکری بے خبری میں کچل نہ ڈالیں۔ پس انبیاء علیہم السلام کی صحبت کی قدر معلوم کرنی چاہئے کہ ان حضرات کی سرسری مصاحبت جو لشکریوں کو حاصل ہوتی ہے۔ وہ اس قدر تنویر باطن و دفع ظلمات میں مؤثر ہے کہ یہ لوگ جان بوجھ کر چیونٹی پر بھی ظلم و ستم روا نہیں رکھتے۔ پس ان لوگوں کا حال قابل افسوس ہے جو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مصاحبین دیرینہ صحابہ کرام کو خاندان نبوی کے حقوق کا غاصب گمان کرتے ہیں پس ان پیران نابالغ (روافض) کی عقل اس چیونٹی کی عقل سے بدرجہا کمتر ہے۔ اور ان منافقین کا اعتقاد اپنے نبی کے ساتھ ہزارہا درجہ کمزور ہے۔ اس چیونٹی کے اعتقاد سے جو کہ سلیمان علیہ السلام کے حق میں تھا۔ (تلخیص از تفسیر عزیزی ج ۱ صلا تا ص۱۲۳)

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس سلسلہ میں وہ روایت بھی نقل کر دوں جسکو حضرت مولانا اعزاز علی صاحبؒ نے "نفحۃ العرب" میں عنوان "موعظۃ النمل" (چیونٹی کی نصیحت)

کے تحت درج فرمایا ہے۔

بیان کیا گیا ہے کہ جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے چیونٹی کا قول سنا لا یحطمنکم نہ پیس ڈالے سلیمان اور اس کی فوجیں اور ان کو اسکی خبر بھی نہ ہو تو آپ نے فرمایا کہ اس کو میرے پاس لاؤ۔ خدام اس کو آپ کے پاس لائے۔ آپ نے اس سے فرمایا کہ تم نے چیونٹیوں کو میرے ظلم سے کیوں ڈرایا، تم نہیں جانتی کہ میں نبی ہوں عادل ہوں۔ پھر تم نے ایسی بات کیوں کہی۔ چیونٹی نے عرض کیا کہ آپ نے میرا قول وَھُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ یعنی ان کو خبر نہ ہو، نہیں سنا۔ علاوہ ازیں حطم سے مراد حطم نفوس یعنی جانوں کا کچلنا نہیں بلکہ حطم قلوب یعنی دلوں کا شکستہ کرنا ہے یعنی چیونٹیوں کے ہوشیار کرنے سے میرا مقصود یہ نہ تھا کہ سلیمان اور اس کے لشکر تمہاری جانوں کو ضائع کر دینگے۔ میرا مطلب یہ تھا کہ تمہارے دلوں کو شکستہ نہ کریں۔ کیونکہ مجھے اندیشہ ہوا کہ جو کچھ مراتب عالیہ اور سلطنت عظیمہ آپ کو ملی ہے ان کو یہ تمام چیونٹیاں دیکھینگی اور اپنے آپ کو اس سے عاری پاوینگی تو لامحالہ خدا کی ان نعمتوں کی ناشکری کرینگی جو ان کو عطا ہوئی ہیں۔ ورنہ کم از کم آپ کو اور آپ کے لشکر کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کے ذکر و تسبیح سے ضرور رک جاوینگی۔ آپ نے فرمایا۔ اے چیونٹی مجھ کو کچھ نصیحت کر۔ چیونٹی نے کہا آپ کو معلوم ہے کہ آپ کے والد کا نام داؤد کیوں رکھا گیا۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ چیونٹی نے کہا اس لئے کہ انہوں نے اپنے قلب کے زخم کا علاج کر لیا تھا۔ اور آپ کو معلوم ہے کہ آپ کا نام سلیمان کیوں رکھا گیا۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ چیونٹی نے کہا آپ سلیم الصدر اور سلیم القلب ہیں۔ اور آپ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہوا کو آپ کے لئے کیوں مسخر کر دیا۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ چیونٹی نے کہا کہ اس سے یہ تعلیم دی کہ دنیا کل کی کل ہوا ہے جس نے دنیا پر اعتماد کیا گویا ہوا پر اعتماد کیا۔

ف : دیکھو کیسی عمدہ بات چیونٹی نے کہی کہ مجھے اس بات کا زیادہ خوف نہ تھا کہ ہماری جانیں ضائع ہو جائینگی بلکہ اندیشہ اس بات کا ہوا کہ خدانخواستہ آپ کی شان وشوکت خدم وحشم کو دیکھ کر ان کے دلوں میں اپنی نعمتوں کی ناقدری نہ آجائے۔ اور پھر ناشکری اور کفران نعمت میں مبتلا۔ ہو جائیں اور اگر یہ بات نہ بھی پیدا ہو یعنی دل کو سنبھالے رکھیں۔ مگر یہ تو ضرور ہی ہوگا کہ جتنی دیر آپ کو اور آپ کے لشکریوں کو یہ دیکھیں گی اتنی دیر خدا کے ذکر سے غافل ہو ہی جائینگی۔ اور یہ قلب کی موت ہے جو جسمانی موت سے بدرجہا بدتر ہے۔ پس ہم آدمیوں کو اس چیونٹی کی باتوں سے نصیحت حاصل کرنی چاہیئے۔ واللہ الموفق۔ (مرتب)

حضرت مصلح الامت مولانا شاہ وصی اللہ صاحبؒ اپنے رسالہ "وصیۃ الاخلاص" میں تحریر فرماتے ہیں کہ علم کی فضیلت اور اس کا دینی مقام بیان کرنے کے سلسلے میں جی چاہتا ہے کہ حضرت علامہ علی متقی ہندیؒ کا کلام آپ کے سامنے پیش کروں جو بیشتر معلومات پر مشتمل ہے۔ وھو ھذا

اتفق المحققون	محققین کا اس امر پر اتفاق ہے کہ اعمال میں
علی ان افضل الاعمال ما	سب سے بہتر وہ عمل ہے جو آخرت میں کام آئے
ینفع بعد موته کالباقیات	جیسے الباقیات الصالحات جس کا ذکر قرآن
الصالحات الواردۃ فی الکتاب	میں آیا ہے اور وہ سات جو حدیث میں وارد ہیں
العزیز والسبعۃ الواردۃ فی	یعنی علم کا سکھانا۔ نہر کا جاری کرنا۔ کنواں کھدوانا
الحدیث من تعلیم واجراء نہر	پھلدار درخت لگانا۔ مسجد تعمیر کرانا۔ قرآن پاک
وحفر بئر وغرس نخل و	چھوڑنا نیز ولد صالح کا اپنے بعد چھوڑنا۔ لیکن
بناء مسجد و ترك مصحف	ان سب میں سب سے بڑھ کر علم کا نشر ہے۔

اولد قال ونشر العلم افضلها فانه ابقى اذ مثل النخل والبئر يفنى بعد مدة والعلم يبقى اثره الى يوم الدين قال وله اسباب كتدريس ووقف كتاب واعارته واعطاء كاغذ اومداد اوقلم والعمدة فيه تعليم عامى اوصبى الهجاء حتى يتفرع علوم جمة فهو كغرس شجرة يتفرع عليه اغصان و اثمار والاعانة بالكاغذ كهبة الارض والمداد كالبذر والقلم كآلة الحرث

(مجمع البحار صـ ۶۶۴ ج ۳)

اس لئے کہ وہ باقی رہنے والی چیز ہے کیونکہ درخت کنواں وغیرہ کچھ دنوں کے بعد خشک بھی ہو جاتے ہیں مگر علم کا اثر قیامت تک باقی رہتا ہے پھر اس نشر علم کے بہت سے طریقے ہیں مثلاً کسی کو پڑھا دیا جس کی وجہ سے علم سلسلہ بسلسلہ چلتا رہا یا کسی ادارے میں کتاب وقف کر دی جس سے لوگ منتفع ہوتے رہے یا عاریۃً کسی کو استعمال کیلئے دیا یا کاغذ قلم روشنائی دیا یہ بھی اسی شمار میں ہے۔ اور عمدہ اس باب میں کسی ان پڑھ کو پڑھا دینا ہے یا کسی بچّے کو ابتداء سے پڑھانا ہے حتیٰ کہ جملہ علوم اس کی بناء پر حاصل ہو جائیں پس اس کا یہ عمل مثل درخت لگانے کے ہے کہ اسی پر ٹہنیاں اور پھل نکلتے ہیں یعنی اگر درخت نہ لگایا جائے تو کیسے شاخیں اور پھل نکلینگے اسی طرح اگر ابتدائی تعلیم نہ ہو تو جملہ علوم کیسے حاصل ہونگے۔ اور کسی طالبعلم کی اعانت کاغذ سے کرنا ایسا ہے جیسے اسکو زمین دیدی اور روشنائی دینا ایسا ہے جیسے بیج دیدیا ہو۔ اور قلم دینے کی مثال ایسی ہے جیسے ہل وغیرہ کا انتظام کر دیا ہو۔

دیکھا آپ نے حضرت علی متقیؒ نے علم کے ساتھ آلات علم کی بھی کیسی فضیلت بیان فرمائی ہے۔ تو بات یہ ہے کہ جب علم کی فضیلت ثابت ہوگئی تو ظاہر ہے کہ جو اس کے ذرائع و وسائط ہوں گے ان سب کی بھی اہمیت اور فضیلت اس سے ثابت ہوجائیگی چونکہ قاعدہ ہے کہ الشیٔ اذا ثبت ثبت بلوازمہ یہی وجہ ہے کہ علم کے ساتھ ساتھ سب آلات علم معزز و محترم ہوجاتے ہیں۔ تو معلم و متعلم کا پوچھنا ہی کیا ہے آگے حضرت علی متقیؒ فرماتے ہیں کہ۔ تعلیم و تعلم کی فضیلت پر یہ حدیث بھی دال ہے

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فضل عالم یصلی المکتوبۃ ثم یجلس فیعلم الناس الخیر علی العابد الذی یصوم النہار ویقوم اللیل کفضلی علی ادناکم۔

ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو عالم صرف فرض نماز پڑھ لیتا ہو اور اس کے بعد علم کی مجلس میں بیٹھ کر لوگوں کو خیر اور بھلائی کی باتیں سکھاتا ہو اس کی فضیلت اس عابد پر جو دن کے روزے رکھتا ہو اور رات میں نماز پڑھتا ہو ایسی ہے جیسے میری فضیلت تم میں سے کسی ادنیٰ شخص پر۔

(وصیۃ الاخلاص صـ۲۲ بحوالہ مجمع البحار)

اب تک علم نافع اور اس سے جو حضرات متصف ہیں ان کے فضائل سے آگاہ ہوئے۔ اب وہ احادیث سنو جن سے علم غیر نافع اور اس سے جو لوگ موصوف ہیں ان کے قبائح معلوم ہوں۔

علم غیر نافع کی قباحت

عن ابن عمرؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من تعلم علماً لغیر

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے علم کو

الله أو اراد به غير الله فليتبوأ مقعده من النار۔

(الترغیب والترهیب ص۸۰)

غیر اللہ کیلئے حاصل کیا یا اس سے غیر اللہ کا ارادہ کیا تو اس کو چاہئے کہ اپنا ٹھکانا جہنم بنالے۔

رُوِیَ عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْه قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَعَلَّمَ الْعِلْمَ لِیُبَاهِیَ بِهِ الْعُلَمَاءَ وَیُمَارِیَ بِهِ السُّفَهَاءَ وَیَصْرِفَ بِهِ وُجُوْهَ النَّاسِ اَدْخَلَهُ اللّٰهُ جَهَنَّمَ

(الترغیب والترهیب ص۸۱)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص علم دین اس لئے حاصل کرے کہ علماء سے تفاخر کرے اور کم علم لوگوں سے مناظرہ کرے اور لوگوں کی توجہ اپنی طرف مائل کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو جہنم میں داخل کرے گا۔

عن مالك بن دينار عن الحسن قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما من عبد يخطب خطبة الا الله عزوجل سائله عنها اظنه قال ما اراد بها قال جعفر كان مالك بن دينار اذا حدث بهذا الحديث بكى حتى ينقطع ثم يقول تحسبون ان عينى تقر بكلامى عليكم وانا اعلم ان الله عزوجل سائلى عنه يوم القيامة

مالک ابن دینار حضرت سیدنا حسنؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر وہ بندہ جو لوگوں کو خطبہ دے تو اللہ تعالیٰ اس کے متعلق سوال کرینگے راوی کہتے ہیں کہ مجھے گمان ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ سوال یہ ہوگا "ما اراد بہا" یعنی اس خطبہ سے کیا غرض تھی؟ حضرت جعفرؓ فرماتے ہیں کہ مالک بن دینار جب اس حدیث کو بیان فرماتے تو اس قدر روتے کہ کلام سے رک جاتے تھے اور یہ فرماتے کہ تم لوگ سمجھتے ہوگے میں جو لوگوں سے دینی باتیں کرتا ہوں تو اس

ما اردت به	سے میری آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہوں گی حالانکہ
(رواہ ابو الدنیاء والبیہقی مرسلا	میں یہ بھی جانتا ہوں کہ قیامت کے دن اللہ
باسناد جید ص۸۹)	تعالیٰ مجھ سے سوال کریں گے کہ تو نے اس
	کلام سے کیا ارادہ کیا تھا۔
عن لقمان یعنی ابن عامر قال	لقمان یعنی ابن عامر سے روایت ہے کہ حضرت
کان ابو الدرداء رض یقول انما اخشی	ابو درداءؓ عویمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ میں اللہ تعالیٰ
من ربی یوم القیامۃ ان	سے ڈرتا ہوں کہ مجھ کو قیامت کے دن سب
یدعونی علی رؤس	کے سامنے بلائیں گے کہ اے عویمر تو میں عرض
الخلائق فیقول یا عویمر	کروں گا اے میرے رب میں حاضر ہوں پھر اللہ تعالیٰ
فاقول لبیک ماعملت	یہ فرمائیں گے کہ تم اپنی جانی ہوئی باتوں پر کتنا عمل
فیما علمت (رواہ البیہقی والمنذری ص۹)	کیا؟ (تو میں کیا جواب دونگا)
روی عن ابی برزۃؓ قال قال رسول	حضرت ابو برزہؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مثل	علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مثال اس شخص کی جو لوگوں
الذی یعلم الناس الخیر فینسیٰ	کو خیر کی باتیں سکھلاتا ہے اور اپنے نفس کو
نفسہ مثل الفتیلۃ تضیٔ علی	بھلاتا ہے یعنی عمل نہیں کرتا اس چراغ کی بتی جیسی
الناس فتحرق نفسہا	ہے۔ جو لوگوں کو روشنی پہنچاتی ہے مگر خود اپنے کو جلا کر
(رواہ البزار والمنذری ص۹)	ختم کر دیتی ہے۔
روی عن ابی ھریرۃ رض قال	حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی
قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ	اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن سب
وسلم اشد الناس عذابا	سے زیادہ عذاب اس عالم کو ہو گا جس کو اس کے

يوم القيامة عالم لم ينفعه علمه (رواه طبرانی)

علم نے نفع نہ دیا ہو (اور علم کا نفع عمل ہے پس جب علم پر عمل نہ کیا تو اس کے علم نے اس کو نفع نہ دیا)

عن عمران بن حصین رض قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان اخوف ما اخاف علیکم بعدی کل منافق علیم اللسان۔

حضرت عمران بن حصین رض سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ کو اپنے بعد تم لوگوں پر سب سے زیادہ خوف علیم اللسان منافق سے ہے۔

(رواہ الطبرانی و المنذری صفحہ ۹۰)

عن علی یا حملة العلم اعملوا به فان العالم من علم ثم عمل ووافق علمه عمله و سیکون اقوام یحملون العلم لا یجاوز تراقیهم تخالف سریرتهم علانیتهم ویخالف علمهم عملهم یقعدون حلقا یباهی بعضهم بعضا حتی ان الرجل لیتغضب علی جلیسه ان یجلس الی غیره ویدعه اولئك لا تصعد اعمالهم تلك الی الله عزوجل۔

سیدنا علی رض نے فرمایا کہ اے علم حاصل کرنے والو! علم پر عمل بھی کرو۔ کیونکہ عالم اس کو کہتے ہیں جو علم حاصل کرے اس پر عمل بھی کرے اور اس کا عمل اس کے علم کے بالکل موافق ہو عنقریب ایسی جماعت بھی پیدا ہوگی جو علم تو حاصل کریگی لیکن ان کے گلے کے نیچے نہیں اتریگا ان کا باطن ان کے ظاہر کے بالکل مخالف ہوگا اور ان کا عمل ان کے علم کے بالکل برعکس ہوگا حلقے بنا بنا کر ایک دوسرے کے مقابلہ پر فخر کرینگے یہاں تک کہ بعض بعض آدمی اپنے پاس والے سے اسوجہ سے ناخوش ہوجائینگے کہ وہ اس کو چھوڑ کر کسی دوسرے کے پاس بیٹھتا ہے یہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کے اعمال اللہ تعالیٰ تک نہیں پہنچتے (یعنی قبول نہیں ہوتے)

عن ابی الدرداء رض لا تکون

سیدنا ابودرداء رض سے منقول ہے کہ فرمایا کہ تم متقی

تقيا حتى تكون عالما ولا تكون	نہیں بن سکتے جبتک تم عالم نہ ہوگے اور تم علم کا جمال
بالعلم جميلا حتى تكون به عاملا	حاصل نہیں کر سکتے جبتک اس پر عمل نہ کروگے۔
عن الحسن العالم الذى وافق	حضرت حسنؓ فرماتے ہیں کہ عالم وہ شخص ہے جس
علمه عمله ومن خالف علمه	کا عمل اس کے علم کے موافق ہو۔ اور جس کا عمل اس
عمله فذالك رواية حديث	کے علم کے موافق نہ ہو۔ وہ علم نہیں بلکہ محض روایت
سمع شئيا فقاله	حدیث ہے کہ ایک بات سنی اور اسی کو کہہ دیا۔
وعن الحسن قال "الذى يفوق	حضرت حسنؓ نے یہ بھی فرمایا کہ "جو شخص دوسرے
الناس فى العلم جدير ان	لوگوں سے علم میں بڑھا ہوا ہو وہی اس بات کا بھی
يفوقهم فى العمل"	مستحق ہے کہ وہ عمل میں بھی سب سے بڑھا ہوا ہو"
وعن ابن مسعودؓ "ليس	سیدنا ابن مسعودؓ فرماتے ہیں "علم صرف زیادہ
العلم عن كثرة الحديث	کلام کرنے کا نام نہیں ہے علم تو بس خدا سے خوف
انما العلم خشية الله	وخشیت کا نام ہے۔ اس قسم کے اقوال وآثار
والاثار فى هذا النحو كثيرة"	بہت ہیں۔

(الموافقات للشاطبی ص۷۵ ج۱)

مذکورہ بالا احادیث واقوال سے بخوبی ثابت ہوگیا کہ کتاب وسنت میں علم وعلماء کی جو فضیلت وارد ہے مطلقاً نہیں ہے بلکہ اس علم کی فضیلت مقصود ہے جو خوف وخشیت کا موجب ہو۔ اور عمل پر مستعد وآمادہ کرنے والا ہو۔ اسی علم کو علم نافع کہا جاتا ہے جس کا سوال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ان دعاؤں میں فرمایا ہے اللهم انى اسئلك رزقا طيبا وعلما نافعا وعملا متقبلا اللهم انى اسألك علما نافعا ورزقا واسعا وشفاء من كل داء پس جو شخص

اس علم سے متصف ہوتا ہے اس کو عالم ربانی کہا جاتا ہے جس کا وجود اہل علم کیلئے خیر ورحمت کا سبب اور اس کا ظل (سایہ) دنیا والوں کیلئے عافیت و عاطفت کا ذریعہ ہوتا ہے۔ یہی وہ عالم ہے جس کے لئے چڑیاں گھونسلوں میں مچھلیاں پانی میں استغفار و دعا کرتی ہیں۔ اور یہی وہ عالم ہے جو خلیفۃ اللہ اور ظل اللہ کہلانے کا مستحق ہے۔ اور یہی وہ عالم ہے جو نیابت رسول کے منصب پر فائز ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اصلی جانشین و وارث ہے۔ اور جو علم ایسا نہیں یعنی محض زبان وظاہر تک محصور ہے یعنی قلب تک اسکا اثر نہیں پہونچا نہ اس نے اعمال صالحہ کی طرف رغبت دلایا اور نہ زہد و قناعت کا مثمر ہوا تو یقینا یہ علم علم نافع نہیں بلکہ مضر ہے۔ اور اس کا حامل علماء ربانیین کے مرتبہ علیا اور درجہ قصویٰ (بلند) سے کوسوں دور ہے ع چہ نسبت خاک را با عالم پاک، اس کیلئے اس کا علم وبال جان ہے۔ نیز امت کیلئے ہلاکت وضلالت ہے اس سے ہدایت کے بجائے گمراہی کا شیوع ہوگا۔ اور سنت کی جگہ رسم وبدعت کا رواج ہوگا۔ بہت سے سادہ لوح انسان اس کو مقتدا اور پیشوا بنالیں گے اور اس کے دام (جال) تزویر (دھوکہ) میں پھنس کر گمراہ ہو جائیں گے۔ ایسے ہی لوگوں کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ان اخوف ما اخاف علی امتی الائمۃ المضلون یعنی مجھے سب سے زیادہ خوف اپنی امت پر گمراہ کن رہنماؤں سے ہے اس سے معلوم ہوا کہ علم کی دو قسم ہے۔ ایک علم نافع دوسرا غیر نافع جسکی تصریح حضرت حسن بصریؒ نے اپنے اس ارشاد میں صراحۃً فرمادی ہے۔

عن الحسن قال العلم علمان فعلم فی القلب فذالک العلم النافع وعلم علی اللسان فذالک حجۃ

حضرت حسن بصریؒ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا علم کی دو قسمیں ہیں ایک تو وہ علم جو قلب میں ہوتا ہے اور وہ علم نافع ہے۔ اور ایک وہ علم جو محض زبان

اللہ عزوجل علی ابن آدم | پر ہوتا ہے اور یہ علم آدمی کے خلاف اللہ عزوجل
(مشکوٰۃ شریف کتاب العلم فصل ثالث) | کی حجت ہے۔

ظاہر ہے کہ علم نافع وہ علم ہے جس کے حصول کیلئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعائیں فرمائی ہیں۔ اور غیر نافع علم سے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پناہ مانگی ہے۔ اور یہ وہ علم ہے جو صرف نوک زبان پر ہوتا ہے۔ دل میں اس کا کچھ اثر نہیں ہوتا ہے اور نہ ہی دل کو روشن اور منور کرتا ہے۔ اسی کو مولانا رومؒ نے یوں ارشاد فرمایا ہے۔

علم چوں بر دل زنی یارے بود   علم چوں بر تن زنی مارے بود

یعنی دل پر اثر کرنے والا علم آخرت میں بندے کا یار و مددگار ثابت ہوگا اور جس علم کا اثر محض جسم پر ہوگا وہ آخرت میں سانپ ثابت ہوگا۔

لہٰذا عاقل سعید کیلئے لازم ہے کہ علم نافع کو اختیار کرے۔ تاکہ دین و دنیا میں مراتب علیا سے نوازا جائے اور عند اللہ قبولیت کے اعلیٰ مقام سے مشرف ہو۔ وباللہ التوفیق

علم نافع کی فضیلت اور علم غیر نافع کی قباحت کے معلوم کرنے کے بعد اب تم لوگ پہلے آداب الطلبہ والمتعلمین کو بغور پڑھو اس کے بعد انشاء اللہ تعالیٰ آداب العلماء والمعلمین پڑھوگے۔

آدابُ الطّلبۃ والمتعلّمینْ

۱۔ طالب علم کو چاہئے کہ پڑھنے سے نیت عمل اور رضائے الٰہی کی کرے۔

طالب علم کیلئے ضروری ہے کہ علم دین کی تحصیل سے نیت و ارادہ اس پر عمل اور رضائے الٰہی کا کرے یعنی مال و جاہ کے حصول کا قصد و ارادہ نہ کرے۔

چنانچہ حدیث پاک میں ہے کہ جو شخص اچھی نیت سے علم دین میں رہے گا اسی حالت میں اس کی موت آجائیگی تو وہ شہید ہوگا۔ اور قیامت میں علماء کے ساتھ محشور ہوگا۔ ظاہر ہے کہ اس سے بڑھ کر سعادت وکرامت اور آخرت کی کیا کامیابی ہوگی ؟

اسی لئے حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص آخرت کی کامیابی چاہتا ہے تو اسے چاہئے کہ وہ اپنے علم میں اخلاص پیدا کرے ۔ (طبقات کبریٰ للعلامہ شعرانیؒ صفحہ ۴۷)

چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مشہور ارشاد ہے " انما الاعمال بالنیات " یعنی اعمال کی صحت اور اجر وثواب کے حصول کا مدار حسن نیت ہی پر ہے۔ پس چونکہ تحصیل علوم دینیہ بھی منجملہ اعمال صالحہ کے ہے۔ اسلئے اس میں بھی حسن نیت کی ضرورت ہے خوب سمجھ لو۔

اسی لئے تمہارے جد امجد حضرت مصلح الامت مولانا شاہ وصی اللہ صاحبؒ اپنے مدرسہ کے طلباء کو برابر تصحیح نیت کی طرف متوجہ فرماتے رہتے تھے۔ تاکہ طلبہ اسکی طرف سے غفلت میں نہ رہیں اللہ ہم سب کو علم وعمل میں حسن نیت کی توفیق مرحمت فرمائے ۔ (آمین)

۲ طالب علم کو چاہئے کہ اپنی تمام حاجات میں اللہ تعالیٰ کو کارساز بنائے۔

طالب علم کیلئے ضروری ہے کہ جب وہ قرآن وحدیث کا علم حاصل کر رہا ہے تو اس کو چاہئے کہ غیر اللہ سے اپنی امیدوں کو منقطع کر کے بس اللہ کو اپنا وکیل وکارساز بنائے۔ جیسا کہ اللہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا امر فرمایا ہے رَبُّ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا (سورۂ مزمل آیت ۹) ترجمہ : (وہی) مشرق ومغرب کا مالک (ہے اور) اس کے سوا کوئی معبود نہیں، تو اسی کو اپنا کارساز

بتاؤ۔ (ترجمہ مولانا فتح محمد صاحبؒ)

لہٰذا حدیث پاک العلماء ورثۃ الانبیاء کی رو سے علماء کو بھی وہی طریقہ اختیار کرنا چاہیئے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا یعنی اللہ تعالیٰ پر توکل و اعتماد۔

اس حدیث سے بھی علماء کا کسقدر بلند درجہ معلوم ہوا نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اھل القرآن اھل اللہ وخاصتہٗ یعنی اہل قرآن (جس سے حفاظ و علماء مراد ہیں) اللہ والے اور ان کے خواص ہیں۔ (ترمذی)

۳ طالب علم کو چاہیئے کہ کسی بڑے درجہ تک پہونچنے سے پہلے ہی علم حاصل کرے

طالب علم کو چاہیئے کہ کسی بلند منصب تک پہونچنے سے پہلے ہی علم و ہنر میں کمال حاصل کرلے۔ اسلئے کہ کسی بڑے درجہ تک پہنچنے کے بعد عار و استکبار کی بناء پر علم حاصل کرنا تو محال نہیں مگر دشوار ضرور ہے۔ اسی مصلحت کی بناپر امیر المؤمنین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا تَفَقَّهُوا قَبْلَ اَنْ تُسَوَّدُوا یعنی سرداری تک پہنچنے سے پہلے دین کی سمجھ حاصل کرلو۔ (بخاری شریف صـ باب الاغتباط فی العلم والحکمۃ)

نیز حضرت ھشامؒ فرماتے ہیں کہ میرے والد عروہ ہم لوگوں کو جمع کرکے فرماتے تھے اے میرے بچو علم حاصل کرو اسلئے کہ اگر آج تم قوم کے چھوٹے ہو تو کل تم قوم کے سردار قرار دیئے جاؤ گے۔ تم خود سوچو کہ وہ شیخ و مقتداء کس قدر ذلیل و خوار ہے کہ مرجع خلائق ہونے کے باوجود جب اس سے کوئی سوال کیا جائے تو وہ اپنی لاعلمی کیوجہ سے اسکا جواب دینے سے عاجز ہو جائے۔

دیکھو اگر کسی کو بلند درجہ مثلاً قضا، افتاء تعلیم و ارشاد کا منصب مل بھی جائے تو کس کام کا۔ جب کہ اس میں اس منصب کی اہلیت ہی نہ ہو اسی کو حضرت امام شافعیؒ

فرماتے ہیں

وکل ریاسۃ من غیر علم　　اذل من الجلوس علی الکناسۃ

یعنی جو ریاست وسرداری بغیر علم ومعرفت کے ہو. وہ کوڑہ خانہ پر بیٹھنے سے بھی بدتر ہے ۔

اس موقع کے مناسب حضرت مصلح الامت مولانا شاہ وصی اللہ صاحبؒ کا ایک ملفوظ نقل کرتا ہوں ۔ جو ہم سب کیلئے بصیرت افروز اور سبق آموز ہے ۔

فرمایا اتنے دنوں کے بعد اس بڑھاپے میں جب کہ کسی چیز کے تحصیل کا وقت باقی نہیں رہا یہ بات سمجھ میں آئی کہ انسان کو کسی کمال کی تحصیل سے جو چیز مانع ہوتی ہے وہ اس کا کبر وعار ہے کیوں کہ یہی چیز اس کو کامل کے آگے جھکنے سے منع کرتی ہے ۔ ورنہ ہر زمانہ میں اہل کمال رہتے ہیں جن سے کمال حاصل کیا جا سکتا ہے . مگر اس عار واستکبار کی وجہ سے ان کے سامنے جھکتے نہیں ہیں ۔ اسلئے کچھ حاصل بھی نہیں ہوتا کورے کے کورے ہی رہ جاتے ہیں ۔ آدمی جب اپنی خودی وتکبر چھوڑتا ہے تب کچھ حاصل کرتا ہے ۔

ع　ہر کجا پستیست آب آنجا رود

یعنی جدھر پستی ہوتی ہے پانی ادھر ہی کو جاتا ہے ۔

۴ طالب علم کو چاہئے کہ اپنے اساتذہ کے ساتھ تواضع کا معاملہ کرے

طالب علم کو چاہئے کہ اپنے اساتذہ کے ساتھ تواضع وانکسار کا معاملہ کرے یقینا یہ بہت بڑی نعمت ہے ۔ بلکہ درحقیقت یہی کلید (چابی) کامیابی ہے ۔ اسلئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے من تواضع للہ رفعہ اللہ یعنی جو اللہ تعالیٰ کیلئے تواضع اختیار کرتا ہے ۔ تو اللہ تعالیٰ اس کو رفعت وبلندی عطا فرماتے ہیں ۔

بیان کیا گیا ہے کہ ہارون رشید بادشاہ نے اپنے دونوں بیٹوں کو اصمعی رح کے پاس علم حاصل کرنے کیلئے بھیجا۔ ہارون رشید نے ایک دن دیکھا کہ اصمعیؒ وضو کر رہے ہیں۔ اور شاہزادہ ان کو وضو کراتے میں پانی ڈال رہا ہے۔ ہارون رشید یہ دیکھ کر اصمعیؒ پر برافروختہ ہوئے۔ اور کہا کہ میں نے اس کو آپ کے پاس اس لئے بھیجا تھا کہ علم حاصل کرے۔ اور آپ سے ادب سیکھے۔ آخر یہ کیا ادب آپ سکھلا رہے ہیں۔ چاہئے تو یہ تھا کہ یہ لڑکا ایک ہاتھ سے پانی ڈالتا اور دوسرے ہاتھ سے آپ کا پاؤں دھوتا۔

ف :- ذرا غور کریں کہ ایک بادشاہ اپنے لڑکوں کی اصلاح و تربیت کے سلسلے میں کس قدر فکر و خیال رکھتا ہے۔ جو ہم لوگوں کیلئے یقیناً موجب عبرت و نصیحت ہے۔ واللہ الموفق

۵ طالب علم کو چاہئے کہ اپنی صحت و فراغت کی قدر کرے

طالب علم کو چاہئے کہ اپنی صحت و فراغت کو غنیمت سمجھے کیونکہ یہ چیزیں نہایت بے اعتبار ہیں۔ اگر یہ موقع کھیل وکود، دوستی، دشمنی اور اسٹرائک وغیرہ میں ضائع کر دیا تو تحصیل علم کا موقعہ نہ ملے گا۔ اور کف افسوس ملنا پڑیگا۔

حدیث میں ہے کہ دو چیزیں ایسی ہیں جن میں آدمی گھاٹے میں ہے ایک صحت دوسرے فراغت یعنی آدمی اس کی قدر نہیں کرتا۔ اور اس سے نفع حاصل نہیں کرتا اور جب اس سے محروم ہو جاتا ہے تو افسوس کرتا ہے مگر اس سے کیا فائدہ ؟

ع گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں

لہذا ضروری ہے کہ ان دونوں سرمایوں (یعنی صحت و فراغت) کی قدر کرے

اور علم وعمل میں صرف کرے تاکہ دنیا وآخرت کی خیر حاصل ہو۔

چنانچہ حضرت ملا علی قاری رح "مرقاۃ" میں حدیث عرباض بن ساریہ رض کے تحت جس میں اتباع سنت کی ترغیب دی ہے لکھتے ہیں۔

لان تحصیل السعادات الحقیقیۃ بعد مجانبۃ کل صاحب یفسد الوقت وکل سبب یفتن القلب منوط باتباع السنۃ — اس لئے کہ حقیقی سعادتوں کی تحصیل (وقت کو فاسد کرنے والے ہر ساتھی اور قلب کو مفتون کرنے والے ہر سبب سے پرہیز کرنے کے بعد) اتباع سنت پر موقوف ہے۔

یعنی جب اتباع سنت کیا جائے گا تب ہی وہ سعادت حاصل ہوگی وقت کو فساد سے بچانا شرعاً مطلوب ہے اس لئے کہ یہی وقت سعادات حقیقیہ کے حاصل کرنے کا ظرف ہے۔ اسی کے اندر آدمی ترقی کرتا ہے۔ اور مراتب دینیہ و دنیویہ کو حاصل کرتا ہے

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رح کا ارشاد ہے "یورپ میں انگریزوں نے بتادیا ہے کہ طلبہ سیاست میں حصہ نہ لیں" سبحان اللہ جہاں سے یہاں کے لوگوں نے سیاست سیکھی وہیں کے لوگوں نے طلبہ کو سیاست میں حصہ لینے سے منع کر دیا ہے۔ یہ اسلئے کہ عقلمند لوگ ہیں۔ جانتے ہیں کہ اگر طلبہ تحصیل علم کے زمانہ میں سیاست میں مشغول ہوں گے تو علم سے کورے کے کورے رہ جائینگے اور اپنے قیمتی اوقات کو لغویات میں ضائع کر دینگے۔ اسلئے طلبہ کو اپنے قلب اور وقت کو فساد اور ضیاع سے بچانا بہت ضروری ہے۔ تاکہ فوز و کامرانی تک پہونچ سکیں۔ واللہ الموفق

۶ طالب علم کو چاہئے کہ اپنے اساتذۂ کرام کا ادب و احترام کرے

طالب علم کو چاہئے کہ اپنے اساتذہ کے ساتھ خوب محبت و احترام کا معاملہ کرے نہ ان کے سامنے ہنسے اور نہ زیادہ بولے۔ اور نہ ان کی موجودگی میں ادھر ادھر دیکھے اور

نہ ان کے آگے چلے اور نہ استاذ کے مقابلہ میں کسی دوسرے کا قول نقل کرے۔ اس لئے کہ اس سے استاذ کو تکدر ہوگا جو مانع فیض ہے۔ بلکہ اگر استاذ کا کوئی قول و فعل خلاف مزاج ہو جائے تو ناگواری کا اظہار نہ کرے اسلئے کہ آئین محبت کے خلاف ہے یہی حکم شیخ و والدین کا بھی ہے۔

چنانچہ حضرت مرشدی مولانا محمد احمد صاحبؒ نے کیا ہی خوب فرمایا ہے۔

ے ہے جان محبت اگر وہ خفا ہوں   اگر ہم خفا ہوں محبت نہیں ہے۔

بلکہ شیخ یا استاد کے متعلقین میں سے کسی سے کوئی بات خلاف طبیعت ہو جائے تو اس کو درگذر کرے کیونکہ یہ بات جب شیخ و استاد کو معلوم ہوگی تو یہ ان کیلئے موجب مسرت ہوگی۔ جو چھوٹوں کیلئے نعمت عظمیٰ اور سعادت کبریٰ ہے۔ واللہ الموفق

نیز استاد کے ادب و احترام کے قبیل ہی سے یہ بات ہے کہ اگر استاذ کسی طالب علم کے ساتھ کوئی خاص شفقت و محبت کا معاملہ کرے تو اس سے حسن ظن رکھے اور اچھی تاویل کرے اور بدگمانی سے بچے کیونکہ یہ شاگرد کیلئے سم قاتل ہے اس لئے اس سے پرہیز لازم ہے۔ واللہ الموفق

موقع کے مناسب رسالہ تعمیر حیات سے استاد کے ادب کے متعلق یہ واقعہ نقل کرتا ہوں

ابو محمد یزیدی کا بیان ہے کہ میں مامون کو بچپن میں پڑھایا کرتا تھا، ایک مرتبہ خدام نے مجھ سے شکایت کی کہ جب تم چلے جاتے ہو تو یہ نوکروں کو مارتا پیٹتا اور شوخی کرتا ہے، میں نے اس کو سات چھڑیاں ماریں، مامون روتا اور آنسو پونچھتا جاتا تھا۔ اتنے میں وزیر اعظم جعفر برمکی آگیا۔ میں اٹھ کر باہر چلا گیا۔ اور جعفر مامون سے بات چیت کرکے اور اس کو ہنسا کر چلا گیا۔ میں پھر مامون کے پاس آیا اور

کہا کہ میں تو اتنی دیر ڈرتا ہی رہا کہ کہیں تم جعفر سے شکایت نہ کردو۔ مامون نے کہا جعفر تو کیا میں اپنے باپ سے بھی آپ کی شکایت نہیں کر سکتا کیونکہ آپ نے تو میرے ہی فائدے کے لئے مجھ کو مارا تھا۔

صرف مامون ہی پر موقوف نہیں اس کے سعادت منداور باادب بیٹے بھی استاد کے ادب واحترام میں اس سے پیچھے نہیں تھے وہ تو استاد کی جوتیوں کو سیدھا کرنا بھی اپنے لئے بڑے اعزاز اور فخر کا باعث سمجھتے تھے اور اس بات پر جھگڑا کرتے تھے کہ استادِ محترم کی جوتیاں سیدھی کرنے کی سعادت کون حاصل کرے۔ 'المامون' میں ہے کہ مامون کے دو فرزند فراء نحوی سے تعلیم پاتے تھے ایک بار وہ کسی کام کے لئے مسند درس سے اٹھا دونوں شہزادے دوڑے کہ جوتیاں سیدھی کر کے رکھ دیں۔ مگر چونکہ دونوں ساتھ پہنچے اس پر نزاع ہوئی کہ اس شرف کے ساتھ اختصاص کس کو ہو آخر دونوں نے فیصلہ کرلیا اور ہر ایک نے ایک ایک جوتی سامنے لاکر رکھی۔

مامون نے ایک ایک چیز پر پرچہ نولیس مقرر کر رکھے تھے۔ فوراً اطلاع ہوئی اور فراء کو طلب کیا گیا۔ مامون نے اس سے مخاطب ہو کر کہا "آج دنیا میں سب سے زیادہ معزز کون ہے ؟

فراء: امیر المؤمنین سے زیادہ معزز کون ہوسکتا ہے ؟

مامون: وہ جسکی جوتیاں سیدھی کرنے پر امیر المؤمنین کے لخت جگر بھی آپس میں جھگڑا کریں۔

فراء: میں خود شہزادوں کو روکنا چاہتا تھا مگر یہ خیال ہوا کہ ان کو اس شرف سے کیوں باز رکھوں۔ عبداللہ بن عباسؓ نے بھی حسینؓ کی رکاب تھامی تھی اور جب

حاضرین میں سے کسی نے اعتراض کیا کہ آپ تو عمر میں ان سے بہت بڑے ہیں تو انہوں نے ڈانٹا" کہ "اے جاہل چپ رہ تو ان کی قدر کیا جان سکتا ہے"۔

مامون : اگر تم ان کو روکتے تو میں تم سے نہایت آزردہ ہوتا اس بات نے ان کی عزت کچھ کم نہیں کی بلکہ اصالت کے جوہر دکھا دیئے" بادشاہ، باپ، استاد کی اطاعت ذلت میں داخل نہیں ہے"۔ یہ کہہ کر لڑکوں کو سعادتمندی اور فراؔ کو حسن تعلیم کے صلہ میں دس دس ہزار درہم عطا کئے۔

اللہ اللہ کیا مقام اور کیا مرتبہ تھا استاد کا اور اب ؟ ؏

ثریا سے زمین پر آسمان نے ہم کو دے مارا

(تعمیر حیات ماہ جون ۱۹۹۹ء ۔ بحوالہ مسلمان قاضیوں کا بے لاگ عدل)

۷ طالب علم کو چاہئے کہ آلات علم کا بھی احترام کرے

طالب علم کو چاہئے کہ جس علم کو حاصل کر رہا ہے اس کی توقیر کرے ہی۔ اس کے آلات وذرائع کی بھی قدر کرے مثلاً قلم کاغذ روشنائی خصوصاً کتب دینیہ کے ساتھ تو بہت ہی ادب واحترام کرنا چاہئے۔

چنانچہ فقہاء نے لکھا ہے کہ کتب دینیہ کے چھونے کے لئے وضو کرنا مندوب ہے خاص کر تفسیر کی کتابوں کے چھونے کیلئے۔ بعض فقہاء وجوب کے بھی قائل ہیں۔

حلوانیؒ نے فرمایا کہ ہم نے علم کو تعظیم کے ذریعہ پایا ہے۔ اسلئے کہ ہم نے سادہ کاغذ بھی وضو کی حالت میں پکڑا ہے۔ اور سرخسیؒ کو ایک مرتبہ رات میں پیٹ کی بیماری ہو گئی اور وہ اپنی کتاب کے درس کا تکرار فرما رہے تھے تو اس رات ان کو سترہ مرتبہ وضو کرنا پڑا۔ (طحطاوی علی المراقی ص۴۶)

مطلب یہ کہ اپنے علم کی اتنی قدر تھی کہ بلا وضو اس علم میں مشغول نہ رہنا چاہتے

اور نہ علمی کتابوں کو بلا وضو چھونا چاہتے تھے۔ چاہے اس سلسلے میں کتنی ہی کلفت برداشت کرنا پڑے۔

شیخ الاسلام برھان الدینؒ فرماتے تھے کہ ایک شخص کتاب کے اوپر دوات رکھنے کے عادی تھے تو ہمارے شیخ نے ان سے فرمایا کہ تم اپنے علم سے کچھ فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔

یوسف ابن حسینؒ نے فرمایا کہ ادب سے علم سمجھ میں آتا ہے اور علم سے عمل کی تصحیح ہوتی ہے۔ اور عمل سے حکمت حاصل ہوتی ہے غرض علم و حکمت کی تحصیل کا باب (دروازہ) ادب ہے۔ اسی لئے کہا گیا ہے کہ "با ادب با نصیب بے ادب بے نصیب"

اسی لئے یہ حقیر کہتا ہے کہ جیسے علم کیلئے عقل کی ضرورت ہے ویسے ہی ادب کی بھی ضرورت ہے۔ چنانچہ مثل مشہور ہے۔ "یک من علم را دہ من عقل باید" آگے یہ حقیر یہ اضافہ کرتا ہے۔ "دہ من عقل را صد من ادب باید"

یعنی جیسے ایک من علم کیلئے دس من عقل کی ضرورت ہے۔ ویسے ہی سو من ادب کی بھی ضرورت ہے۔

اب جی چاہتا ہے کہ حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی نور اللہ مرقدہٗ کی ایک تقریر کا بعض حصہ نقل کروں جسے طلبہ کے سامنے فرمایا ہے۔

وھو ھٰذا۔

حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندویؒ کا طلبہ کے سامنے بیان

اگر آدمی سچے دل سے دعا کرے کہ اللہ ہمیں غوث و قطب بنادے تو اس کیلئے کوئی بڑی بات نہیں وہ ہر دور میں بناتا رہا ہے اس زمانہ میں بھی کسی کو بنادے گا۔ مگر

اس کیلئے شرط یہ ہے کہ نمازوں کا اہتمام کرنا، مسجد میں پہلے سے جانا، دعاؤں میں مشغول رہنا اللہ کا نام لینا استادوں کا ادب کرنا اپنے محسنوں اور بڑوں کا ادب کرنا ان کے ساتھ خاکساری اور تواضع سے پیش آنا۔ کتابوں تک کا ادب کرنا ہمارے علم میں استادوں کا ادب بھی شرط ہے۔ اور کتابوں کا ادب بھی شرط ہے۔ اور ہمارے اسلاف جو گذرے ہیں جنہوں نے ہم تک علم پہنچایا ہے ان کا احسان ماننا بھی شرط ہے۔ ان کا ادب کرنا بھی شرط ہے۔ یہ وہ دنیاوی علم نہیں کہ کتاب چاہے پاؤں کے نیچے رکھو اور کاغذ چاہے جوتے کے اندر۔ اگر ذہین و محنتی ہو تو کامیاب ہو جاؤ گے۔ حالانکہ ان لوگوں میں بھی کسی نہ کسی درجہ کا احترام اور تھوڑا بہت خیال ہوتا ہے اور اب بھی یورپ اور امریکہ میں روشن خیالی کے باوجود کتابوں کا ادب ہے۔ محسنوں اور بڑوں کا ادب بہت ہے، استادوں کا ادب کتابوں کا ادب اپنے محسنوں اور بزرگوں کا ادب اور تھوڑی سی محنت۔ اللہ سے دعا عبادت کا اہتمام ابھی سے کرو۔ جن لوگوں کو اللہ نے چمکایا اور جو لوگ بھی دنیا میں چمکے ان کے بچپن کے حالات ایسے ہی تھے۔ امام غزالیؒ کے حالات پڑھو۔ ان کے اندر صلاحیت خدمت کا جذبہ بزرگوں کا ادب اپنے کو سب سے کم سمجھنا دعا میں دل لگنا نماز اچھی طرح پڑھنا اور اسطرح کی بہت سی خوبیاں ان کے اندر بچپن ہی سے تھیں اور بزرگوں کے تفصیلی حالات پڑھئے وہ بچپن کی انہیں خوبیوں کی وجہ سے آسمان پر چاند ستارے بنکر چمکے۔ انتہیٰ۔

(تعمیر حیات ۲۹ رجب ۴ شعبان ۱۴۱۹ھ)

۸ طالب علم کو چاہئے کہ جب اس سے استاد کی کوئی بے ادبی ہو جائے تو فوراً معافی مانگ لے

طالب علم کے لئے ضروری ہے کہ کسی استاد کی جب کوئی بے ادبی ہو جائے تو فوراً نہایت عاجزی سے معافی مانگ لے تاکہ استاد کے دل سے تکدر و انقباض دور ہو جائے اس میں تاخیر ہرگز نہ کرے۔ اسلئے کہ اس سے حجاب بڑھتا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ بعض دفعہ فراق وجدائی کی نوبت آجاتی ہے۔ ظاہر ہے کہ اس سے بڑھ کر کیا خرابی ہو گی کہ شاگرد و استاد میں اختلاف و افتراق ہو جائے جس سے علمی نفع کا دروازہ ہی بند ہو جائے۔ (اعاذنا اللہ تعالیٰ۔)

۹ طالب علم کو چاہئے کہ استاد کی دار وگیر سے ملول خاطر نہ ہو

طالب علم کو چاہئے کہ استاد کی روک ٹوک سے آزردہ دل نہ ہو۔ اسلئے کہ اس سے استاد کے قلب میں تکدر و انقباض پیدا ہو گا۔ جس سے اصلاح کا دروازہ بند ہو جائیگا اسی کو مولانا رومؒ نے فرمایا ہے۔

چوں بہر زخمے پر کینہ شوی پس کجا صیقل چوں آئینہ شوی

یعنی جب استاد و شیخ کی ہر زجر و توبیخ اور دار وگیر ناگوار ہو گی تو تمہارے دل کے آئینہ کی کیسے صفائی ہو گی۔

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے

کبھی طالب علمی میں محنت نہیں کی اور نہ اس طریق میں ریاضات و مجاھدات کئے جو کچھ اللہ نے عطا فرمایا سب اپنے اساتذہ و مشائخ کی دعا و توجہ اور میری طرف سے نہایت درجہ ادب و عقیدت کا ثمرہ ہے۔

ف سبحان اللہ کیسی عمدہ بات ارشاد فرمائی جو ہر طالب علم کو حرز جان بنانے کے لائق ہے۔ اللہ ہم سب کو اس کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین

۱۰ طالب علم کو چاہئے کہ اپنے ابتدائی اساتذہ کا بھی ادب کرے

طالب علم کو چاہئے کہ اپنے بچپن کے اساتذہ کو بھی استاد ہی سمجھے اور ان کے ساتھ ادب واحترام کا معاملہ کرے۔ بلکہ بچپن کے اساتذہ کا زیادہ لحاظ رکھنا چاہئے اسلئے کہ ان لوگوں نے تمہارے ساتھ زیادہ جانفشانی کی ہے۔

حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہٗ اپنے ابتدائی اساتذہ کا نام وعظوں میں لیا کرتے تھے اور ان کی خوبیاں بیان فرماتے تھے۔ یہ تواضع اور احسان مندی کی بات ہے۔ اس کے خلاف میں احسان فراموشی اور ناشکری ہے۔ اور سچ تو یہ ہے کہ اپنے پہلوں کے نیک نام کو جب آدمی زندہ رکھے گا۔ تو اس کے بعد والے بھی اس کا نام باقی رکھینگے۔

ے نام نیک رفتگاں ضائع مکن تا بماند نام نیکت برقرار

بڑوں کا نام ضائع نہ کرو تاکہ تمہارا نیک نام باقی رہے۔

انہیں سب باتوں کا نتیجہ ہے کہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہٗ کا نام روشن ہے سب لوگ کس ادب واحترام سے نام لیتے ہیں اور ان کو حکیم الامت مجدد الملت کے القاب عالیہ سے یاد کرتے ہیں۔

۱۱ طالب علم کو چاہئے کہ علم دین میں مشغولیت کو بڑی نعمت سمجھے

طالب علم کو چاہئے کہ کتاب وسنت کے علم میں مشغولیت کو بڑی نعمت سمجھے اور اللہ کا شکر ادا کرے کہ علم دین کے سیکھنے والی جماعت میں ہم کو شامل فرمایا اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا خیرکم من تعلم القرآن وعلمہ یعنی تم میں بہترین وہ لوگ ہیں جو قرآن سیکھتے اور سکھاتے ہیں (جامع صغیر)

لہٰذا اس حدیث کے مضمون پر پورا پورا اعتماد واعتقاد رکھتے ہوئے قرآن وحدیث کے سیکھنے سکھانے اور پڑھنے پڑھانے میں پوری بصیرت کے ساتھ مشغول رہے اور ہرگز ہرگز احساس کمتری کا شکار نہ ہو۔ جیساکہ آجکل دیندار گھرانے کے لوگ بھی اپنی اولاد کے سلسلہ میں عملاً اسکے شکار معلوم ہوتے ہیں۔ العیاذ باللہ تعالیٰ

۱۲۔ طالبعلم کو چاہئے کہ ملکی سیاست اور فضول بحث ومباحثہ میں وقت ضائع نہ کرے۔

طالب علم کو چاہئے کہ وہ ملکی سیاست جس کی بنیاد ہی مکر وفریب پر ہے اس سے اجتناب کرے۔ اس لئے کہ اس سے طمانینت ویکسوئی فوت ہوجاتی ہے جو تحصیل علم کے لئے بیحد مضر ہے۔ بلکہ اخبار بینی سے بھی پرہیز کرنا چاہئے۔

نیز ایسے مسائل میں الجھنے سے گریز کرے جو بعد میں پیدا ہو گئے ہیں۔ اسلئے کہ اس میں بحث ومباحثہ سے سوائے انتشار قلب اور اضاعت وقت کے کچھ ہاتھ نہیں لگتا۔

لہٰذا اس سے احتراز ضروری ہے۔ اسلئے کہ حدیث میں ہے کہ علماء کے باہمی

جھگڑے قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔ (طریقۂ تعلیم صنـ۳)

۱۳ طالب علم کو چاہئے کہ اہل اہتمام سے منازعت نہ کرے

طالب علم کو چاہئے کہ کسی مدرسہ میں جب داخلہ لینا ہو تو وہاں کے اصول کو معلوم کر کے داخلہ لے۔ تاہم اگر کوئی بات مزاج کے خلاف پیش آئے تو اہل اہتمام سے منازعت نہ کرے۔ اس لئے کہ اس سے تعلیمی نقصان جو ہوتا ہے وہ ہوتا ہی ہے غیروں کو ہنسنے کا خوب موقع ملتا ہے کہ دیکھئے مدارس میں فساد ہو رہا ہے۔ آپس میں لڑائی ہو رہی ہے۔

لہٰذا اس سے احتراز لازم ہے تاکہ دشمنوں کو ہنسنے کا موقع نہ ملے۔ واللہ الموفق

۱۴ طالب علم کو چاہئے کہ یک درگیر محکم گیر پر عمل کرے

طالب علم کو چاہئے کہ جس مدرسہ میں داخلہ لیا ہے اور وہاں تعلیم و تربیت کا خیال رکھا جاتا ہے تو پھر وہاں سے معمولی وجہ سے دوسرے مدرسہ میں داخلہ نہ لینا چاہئے بلکہ یک درگیر محکم گیر پر عمل کرنا چاہئے۔ یعنی ایک ہی در کو مضبوطی سے پکڑنا چاہئے اور وہاں رہ کر کچھ علم و ہنر حاصل کرنا چاہئے۔ اسطرح اساتذہ کی بھی خصوصی توجہ و شفقت ایسے طلبہ کی طرف ہوتی ہے۔ اسلئے عموماً انہیں طلبہ کو کامیاب دیکھا جاتا ہے جو ایک مدرسہ میں رہ کر پڑھتے لکھتے ہیں۔ محنت کرتے ہیں تو اللہ علم و حکمت کی دولت سے مالا مال فرماتے ہیں اور ایسے ہی طلبہ درس و تدریس کے لائق ہوتے ہیں۔ جیسا کہ تجربہ و مشاہدہ ہے۔

۱۵۔ طالبعلم کو چاہئے کہ شعار صالحین اختیار کرے اور تلذذ و تزین سے پرہیز کرے

طلبہ کے لئے ضروری ہے کہ علماء و صالحین کا لباس اور شکل و صورت بنائے اور فساق و کفار کی مشابہت سے اجتناب کرے۔ تاکہ حدیث پاک من تشبہ بقوم فھو منھم (یعنی جو شخص کسی قوم کی مشابہت اختیار کرتا ہے وہ انہیں میں سے ہے) کا مصداق نہ بنے۔ اسکے علاوہ غیروں کی طرح ہر وقت عیش و عشرت، زینت و لذت کے چکر میں نہ پڑے اسلئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر نکیر فرمائی ہے چنانچہ ارشاد پاک ہے ایاک والتنعم فان عباد اللہ لیسوا بالمتنعمین یعنی عیش و عشرت کی زندگی سے بچو اسلئے کہ اللہ کے خاص بندے عیش و عشرت کے متوالے نہیں ہوتے۔ (مکتوبات معصومیہ)

یاد رکھو! طالب علمی اور بناؤ سنگار میں تضاد کی نسبت ہے۔ اسکو اسکی فرصت کہاں؟ اسلئے کہ علم تو بڑی محنت اور جانفشانی سے ملا کرتا ہے۔ چنانچہ مقولہ مشہور ہے العلم لا یعطیک بعضہ حتی تعطیہ کلک یعنی علم تم کو تھوڑا حصہ بھی نہ دیگا جب تک تم اپنا سب کچھ اس کے حوالہ نہ کردو گے۔

چنانچہ لکھا ہوا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ نے امام ابو یوسفؒ سے فرمایا کہ تم بہت کند ذہن تھے۔ مگر تمہاری کوشش اور تمہاری مداومت نے تمہیں بڑھا دیا۔ اور دیکھو سستی اور کاہلی سے ہمیشہ دور رہنا۔ کیونکہ یہ انسان کی ترقی کیلئے بدنصیبی اور بڑی آفت ہے۔ (طریقۂ تعلیم ص ۸۱)

طلبہ کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ درس و تکرار میں ہمیشگی کا خیال رکھیں اس

کیلئے رات کا پہلا حصہ اور سحر کا وقت بہت ہی مناسب ہے۔ اور سبق میں بلاناغہ شرکت و حاضری کرنی چاہئے کیوں کہ علم میں سربلندی اور سرفرازی حاصل کرنے کیلئے مداومت درس بھی ضروری ہے اور محنت و مشقت بھی ضروری ہے۔ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

ے توقع مدار اے پسر گر کسی ؛ کہ بے سعی ہرگز نہ جائے رسی

یعنی اے لڑکے اگر تو لائق ہے تو یہ امید نہ رکھ کہ بغیر محنت و مشقت کے کسی مقام عالی تک پہنچ جائے گا۔

مگر افسوس کہ اب طلبہ کا یہ حال ہے

ے عمر گراں مایہ دریں صرف شد ؛ تا چہ خورم صیف و چہ پوشم شتا۔ (گلستان)

یعنی میری قیمتی عمر اسی میں صرف ہو گئی کہ جاڑوں میں کیا پہنوں اور گرمیوں میں کیا کھاؤں۔

حضرت مصلح الامت مولانا شاہ وصی اللہ قدس سرہٗ بھی برابر طلبہ کو زیب و زینت سے منع فرماتے تھے بلکہ بلا ضرورت چشمہ لگانے، کلائی گھڑی کے استعمال پر بھی نکیر فرماتے تھے۔

۱۶ طالب علم کو چاہئے کہ اپنی صحت و قوت کا خیال رکھے

طالب علم کے لئے ضروری ہے کہ اپنی صحت و قوت کی حفاظت کرے پڑھنے لکھنے میں محنت ضرور کرے مگر اس میں اعتدال رکھے۔ اسلئے کہ بعض علماء کو دیکھا گیا کہ بزمانہ طالب علمی اتنی محنت و جانفشانی کی کہ صحت ہی خراب ہو گئی۔ جس کی وجہ سے بعد فراغت کچھ کام نہ کر سکے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحت جسمانی کے لئے بھی مستقل

دعا فرمائی ہے. چنانچہ آپ کی یہ دعا ہے۔

اللھم انی اسألک الصحۃ والعفۃ والامانۃ وحسن الخلق والرضاء بالقدر

ترجمہ: اے اللہ میں تجھ سے صحت، پاکدامنی، امانت، اچھے اخلاق اور رضا بالقدر کا سوال کرتا ہوں

نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا

المومن القوی خیر من المومن الضعیف۔ یعنی طاقتور مومن بہتر ہے کمزور مومن سے۔
اس سے بھی صحت کی مطلوبیت حاصل ہوئی. چنانچہ حضرت مصلح الامت مولانا شاہ وصی اللہؒ
نے ایک مرتبہ یہ ارشاد فرمایا کہ دیکھو! تم کو وصیت کرتا ہوں کہ طلبہ سے پڑھنے میں
اس قدر محنت نہ لینا کہ ان کی صحت ہی خراب ہو جائے ۔

بہر حال ہر معاملہ میں اعتدال کا پاس و لحاظ ضروری ہے ۔ واللہ الموفق ۔

۱۷۔ طالب علم کو چاہیئے کہ معاصی سے پرہیز کرے ۔

طالب علم کو چاہیئے کہ جملہ معاصی سے خصوصاً شہوت رانی سے سخت پرہیز
کرے۔ اس لئے کہ اس سے تمام اعضاء خصوصاً دل و دماغ بہت ضعیف ہو جاتے ہیں
اور طالب علم کو دل و دماغ میں قوت کی بہت زیادہ ضرورت ہوا کرتی ہے. کیونکہ ان
کے ضعف سے مطالعہ کتب نہیں کر سکتا اور نہ مضامین ہی یاد رہ سکتے ہیں تو یہ طالبعلم کے
لئے کتنا بڑا خسارہ ہے خوب سمجھ لو اسی لئے سعدیؒ کے والد ماجد نے ان کو عین وفات کے
وقت یہ نصیحت فرمائی اور رحلت فرما گئے ۔

ے کہ شہوت آتش است از وے بپرہیز — بخود بر آتش دوزخ مکن تیز

دراں آتش نداری طاقت سوز — بصبر آبے بریں آتش زن امروز

(گلستان باب)

ترجمہ: شہوت ایک آگ ہے۔ اس سے پرہیز کرنا۔ دیکھو اس میں مبتلا ہو کر اپنے اوپر

دوزخ کی آگ کو تیز نہ کرنا۔ اسلئے کہ وہ آگ بہت ہی سوزش والی ہے جس کا سہار بہت دشوار ہے۔ لہٰذا اس آتش شہوت پر آج صبر کا پانی ڈالکر اس کو بجھادو تا کہ جہنم کی آگ سے نجات پاجاؤ۔

خود سوچو کہ اللہ نے اپنے فضل وکرم سے ہم کو قرآن وحدیث کے علم میں مشغول رکھا ہے جس کا شکر بجالانا چاہئے نہ کہ اس نعمت کا کفران۔ یہ تو بہت ہی بے حیائی کی بات ہے

علامہ شعرانیؒ نے "طبقات کبریٰ" میں ایک بزرگ کا قول نقل فرمایا ہے کہ جب قاری قرآن معصیت کے قریب جاتا ہے تو قرآن اس کے سینہ سے یہ ندا دیتا ہے کہ "واللہ تم نے مجھ کو اسلئے حفظ نہیں کیا تھا" پس اگر اس ندا کو گنہگار سن لے تو اللہ سے حیاء و خجالت کی وجہ سے مر ہی جائے۔

ف حفاظ وعلماء کیلئے کس قدر عبرت ونصیحت کی بات ہے۔

گناہوں کا وبال یہ ہی کیا کم ہے کہ اسکی وجہ سے آدمی علم سے محروم ہو جاتا ہے۔

چنانچہ حضرت امام شافعیؒ نے فرمایا کہ

شکوت الی وکیع سوء حفظی فاوصانی الی ترك المعاصی

فان العلم فضل من اللہ وفضل اللہ لا یعطی لعاصی

ترجمہ: میں نے اپنے استاد وکیع سے اپنے حافظہ کی کمزوری کی شکایت کی تو انہوں نے مجھے نصیحت کی کہ معاصی کو ترک کردو اسلئے کہ علم اللہ کا فضل ہے اور اللہ کا فضل نافرمانوں کو میسر نہیں ہوتا۔

دعا ہے کہ اللہ ہم کو ہماری اولاد کو نسلاً بعد نسلٍ اپنی نافرمانی سے محفوظ رکھے اور طاعات کی توفیق دے۔ (آمین)

۱۸ طالب علم کو چاہئے کہ امارد اور عورتوں کی مصاحبت سے اجتناب کرے۔

طالب علم کو چاہئے کہ نو عمر لڑکوں اور عورتوں کی مصاحبت سے بچے۔ اور دل میں کسی سے تعلق پیدا کرنے سے غایت درجہ پرہیز کرے۔ اس لئے کہ اس کے بعد بے تعلق ہونا دشوار ہو جاتا ہے۔

ے نباید بستن اندر چیز و کس دل — کہ دل برداشتن کاریست مشکل

یعنی کسی چیز یا کسی مرد و عورت سے دل کو وابستہ نہ کرنا چاہئے اسلئے کہ دل کا اس سے منقطع کرنا بہت ہی مشکل کام ہے۔

حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ کا واقعہ ہے کہ باوجود اتنے بڑے متقی و پرہیزگار ہونے کے اپنے شاگرد امام محمدؒ کو جب تک ان کو ڈاڑھی نہ آئی پردے سے پڑھاتے تھے۔ اس سے بڑھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جب وفد عبدالقیس آیا تو اس میں ایک نو عمر بے ریش صاحبزادے تھے اس لئے ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پیچھے بیٹھنے کا امر فرمایا۔ (حاشیہ ترصیع الجواہر المکیہ)

اسی بنا پر حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ امارد کے تعلق و مصاحبت سے بچنے کی بہت تاکید فرماتے تھے۔ اور اپنی خانقاہ میں امارد کے قیام سے منع فرماتے تھے۔

ف۔ سبحان اللہ ہمارے اکابر ہر معاملہ میں متمسک بالسنہ تھے اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو ان سنن پر عمل کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ (آمین)

۱ے نو عمر لڑکے

۱۹ طالبعلم کو چاہئیے کہ دنیا داروں کی مصاحبت سے احتراز کرے۔

طالب علموں کو چاہئیے کہ دنیاداروں کی صحبت سے بچے بلکہ جو لوگ نئی تعلیم کے دلدادہ ہیں ان سے بھی دور ہی رہے اسلئے کہ ان کی صحبت زہر قاتل ہے۔ چنانچہ بہت سے علوم دینیہ کے طلبہ ان کی صحبت سے متاثر ہو کر انہیں کا طریقہ اختیار کر لیتے ہیں۔ اور دین کے علم و عمل کو چھوڑ کر دنیاداری میں لگ جاتے ہیں۔

چنانچہ حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب کاندھلویؒ برابر یہ فرمایا کرتے تھے آدمی چاہے کتنا ہی غبی ہو اور کند ذہن ہو اگر اس میں تعلقات کا مرض نہیں ہے تو وہ کسی وقت ذی استعداد بنکر رہتا ہے۔ اور آدمی چاہے جتنا بھی ذی استعداد ذہین اور علم کا شوقین ہو اگر اس کو تعلقات کا چسکا ہے تو اپنے جوہروں کو کھو کر رہے گا۔ اس کے ساتھ ساتھ ابتدائی عمر میں امردوں کا کسی سے میل جول ان کے نزدیک نہایت خطرناک تھا۔ اور دنیاداروں کی صحبت میں سب سے بڑا خطرہ یہ ہوتا ہے کہ طلبہ احساس کہتری میں مبتلا ہو کر اپنی نعمت کو کمتر سمجھنے لگتے ہیں۔ یہ بہت ہی برا ہے۔ اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کو قرآن پاک جیسی نعمت دی گئی ہو پھر اس نے یہ خیال کیا کہ کسی کو اس سے افضل کوئی نعمت دی گئی ہے تو اس نے اللہ کے نزدیک عظیم چیز کو حقیر سمجھا اور ایک ذلیل اور کمتر چیز کو عظیم سمجھا ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کس قدر ناراضی کی بات ہے۔

مگر آجکل ہمارے طلبہ عموماً اس بلا میں گرفتار ہیں۔ پس جب ہم خود اپنی قدر نہ کریں گے تو دوسرے بدرجۂ اولیٰ نہ کریں گے۔ چنانچہ عرفی کا کیا ہی عمدہ شعر ہے۔

؎ اذا انت لم تعرف لنفسك حقها هوانا بها كانت على الناس اهونا

یعنی جب تم خود اپنے کو حقیر سمجھ کر اپنی شرافت و منزلت نہ پہچانو گے تو لوگوں کے نزدیک اور زیادہ بے وقعت اور ذلیل و خوار ہو جاؤ گے۔ بس ہم کو چاہئے کہ کتاب و سنت کے علم کو اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت سمجھیں۔ اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں۔

۲۰ طالب علم کو چاہئے کہ تحصیل علم میں حیاء اور تکبر نہ کرے

طالب علم کو چاہئے کہ علم حاصل کرنے میں حیا اور تکبر نہ کرے۔ اس لئے کہ دونوں خصلتوں کے ہوتے ہوئے علم کی دولت حاصل نہیں ہو سکتی۔

چنانچہ حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں لَا یَتَعَلَّمُ العلمَ مُسْتَحِیٍ وَلَا مُسْتَکْبِرٌ (بخاری ۲۴) یعنی اس شخص کو علم حاصل نہیں ہو سکتا جو حیاء و تکبر کرے۔ اس لئے کہ یہ دونوں خصلتیں ایسی ہیں کہ جن کے ہوتے ہوئے طالب علم نہ کسی کے سامنے جھکے گا اور نہ کسی سے اپنی لامعلوم شی کو دریافت کر سکیگا۔ پس لامحالہ جاہل کا جاہل رہ جائیگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انما شفاء العی السوال یعنی مرض جہالت سے شفا سوال ہی سے حاصل ہو سکتی ہے۔ اب اگر کوئی شخص سوال میں ذلت محسوس کریگا تو جہالت ہی میں رہ جائیگا۔ اور کبھی بھی علم و دانائی تک نہ پہونچے گا۔

؎ بپرس ہر چہ ندانی کہ ذلِّ پرسیدن دلیل راہ تو باشد بعزّ و دانائی

یعنی جو چیز نہیں جانتے ہو اسکو پوچھ لیا کرو اسلئے کہ پوچھنے کی ذلت تمہاری عزت و دانائی کا راہ بر ہو گی۔

معلوم ہوا کہ عزت و علم تک آدمی اسی صورت میں پہونچتا ہے جبکہ اپنے اساتذہ بلکہ اپنے اصحاب اور ساتھیوں سے بھی پوچھنے میں عار و استکبار نہیں کرتا اور ہمارے شیخ مصلح الامت قدس سرہٗ فرماتے تھے کہ مجاہدؒ نے فرمایا ہے کہ مستحی اور

اور متکبر علم حاصل نہیں کر سکتا۔ حقیقۃً اس موقع پر حیا کا منشا بھی استکبار ہی ہوتا ہے کیونکہ سوال میں وہ ذلت محسوس کرتا ہے اسلئے تکبر کی وجہ سے نہیں پوچھتا تو معلوم ہوا کہ اس حیاء کا منشا تکبر ہی ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ جو بات سمجھ میں نہ آئے اس کو اثنا درس ہی میں یا بعد میں سمجھ لے تکبر نہ کرے ورنہ آج ایک بات نہ سمجھی کل دوسری بات نہ سمجھی اسطرح مسلسل جہل کا ذخیرہ بڑھتا ہی جائیگا۔ اور آگے چل کر اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ علم ہی سے طبیعت اچاٹ ہو جائیگی۔ اور دل میں یاس کی کیفیت پیدا ہو جائیگی پھر ممکن ہے کہ آگے تعلیم و تعلم کا سلسلہ ہی منقطع کر دے۔

۲۱ طالب علم کو چاہئے کہ جو کچھ اس کو علم حاصل ہو جائے تو ناز و عجب نہ کرے۔

طالب علم کو چاہئے کہ جب اسکو علم حاصل ہو جائے تو ناز و عجب نہ کرے بلکہ اللہ تعالیٰ کا عطیہ سمجھ کر شکر ادا کرے۔ تاکہ اسکا علم اور بڑھے ورنہ اللہ تعالیٰ جسطرح دینے پر قادر ہیں لینے پر بھی قادر ہیں۔

چنانچہ دیکھا جاتا ہے کہ جب بڑے سے بڑے عالم و فاضل کو جنون یا فالج کا اثر ہو جاتا ہے تو سب پڑھا لکھا ختم ہو جاتا ہے۔ اور مثل امّی محض کے ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ہمارے حضرتؒ بیان فرماتے تھے کہ مولانا حکیم مصطفیٰ صاحب پر بھی فالج کا اثر ہو گیا تھا جسکی وجہ سے سب پڑھا لکھا بھول گئے تھے۔ بہت دنوں کے بعد سورۂ فاتحہ یاد ہو گئی۔

یہ ہے حال علم کا جس پر آدمی کتنا تکبر کرتا ہے۔ اور دوسروں کو اس کی وجہ سے حقیر جانتا ہے۔ اگر آدمی کو اپنی ذات و صفات کی معرفت ہو جائے تو یہ خودی و انانیت پاس بھٹکنے نہ پائے۔ مگر افسوس کہ سب کچھ لکھنے پڑھنے کے بعد

بھی یہ بات سمجھ میں نہیں آتی۔

۲۲ طالب علم کو چاہئے کہ استعداد علمی کیلئے مندرجہ ذیل امور کا لحاظ رکھے

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے فرمایا کہ "استعداد علمی پیدا ہونے کیلئے مندرجہ ذیل امور کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔ وہ یہ ہیں۔

(ا) آئندہ سبق کا مطالعہ کر کے معلومات و مجہولات میں تمیز پیدا کرے۔

(ب) پھر جب استاذ سمجھانے لگے تو بلا سمجھے آگے نہ بڑھے۔

(ج) جب سمجھ چکے تو خود بھی تنہا یا ساتھیوں کے سامنے اسی مطلب و مفہوم کی تقریر کرے جسکو تکرار کہتے ہیں۔

یہ سب تو واجب ہیں اور ایک بات درجۂ استحباب کی ہے وہ یہ کہ روزانہ کچھ آموختہ پڑھ لیا کرے۔ اب یاد رہے یا نہ رہے۔ استعداد انشاء اللہ تعالیٰ پیدا ہو جائیگی۔ انتہی

پس ان ھدایات پر عمل کرنا ضروری ہے اسلئے کہ حکیم الامتؒ نے سالہا سال کے تجربہ کے بعد نسخہ مرتب فرمایا ہے تو ظاہر ہے کہ طلبہ کیلئے کتنا نافع ہوگا۔

۲۳ طالب علم کو زمانہ طالب علمی میں خوشخط لکھنے اور تقریر کرنے کی مشق کرے۔

طالب علم کو چاہئے کہ زمانہ طالبعلمی ہی میں خوشخط لکھنے کی مشق کرے اس لئے کہ اس کے بہت سے فوائد ہیں۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ دوسروں کے

پڑھنے اور مطلب سمجھنے میں دشواری نہیں ہوتی۔ ورنہ تو کچھ کا کچھ سمجھ جانے کا اندیشہ ہوتا ہے۔

ظاہر بات ہے کہ سیکھنے اور مشق کرنے ہی سے یہ بات حاصل ہوگی مگر آجکل طلبہ کی توجہ اسکی طرف نہیں ہے۔ اسلئے جب یہ لوگ خط لکھتے ہیں تو یہ وہم و گمان میں بھی نہیں آتا کہ یہ کسی عالم کا لکھا ہوا ہے۔ اسی طرح طالبعلمی کے زمانہ سے کسی قدر تقریر و بیان کی بھی عادت ڈالنی چاہئے تاکہ فارغ ہونے کے بعد اپنے وعظ اور بیان سے لوگوں کو دینی فائدہ پہونچا سکے۔ مگر اس میں اتنا منہمک نہ ہو جائے کہ درسی کتابوں کی طرف سے بے اعتنائی ہو جائے اور استعداد علمی میں کمزوری آجائے۔

۲۴ طالب علم کو چاہئے کہ زمانۂ طالب علمی ہی سے عمل کرے

طالب علم کو یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ ہم پڑھنے کے زمانے میں عمل سے آزاد ہیں کسی امر کے مکلف نہیں۔ اور یہ جو مشہور ہے کہ "یجوز لطالب العلم مالا یجوز لغیرہ" (یعنی طالبعلم کیلئے بہت سی وہ چیزیں جائز ہیں جو دوسروں کیلئے جائز نہیں ہیں۔) تو یہ نہ کوئی آیت ہے اور نہ کوئی حدیث اور نہ کسی بزرگ کا مقولہ تو پھر یہ کیسے قابلِ استدلال ہوسکتا ہے۔ اس کے علاوہ اس قول سے طالب علم کیلئے عمل دین سے آزادی ثابت کرنا اپنی کم علمی اور کج فہمی کا ثبوت دینا ہے۔ اسلئے کہ اس مقولہ کا مقصد درحقیقت یہ ہے کہ طلبہ دوران طالب علمی میں اپنے اساتذہ سے استعداد علمی بڑھانے اور لامعلوم شی کے معلوم کرنے کی غرض سے سوالات و اشکالات کرسکتے ہیں یہ ان کے لئے تو جائز ہے۔ مگر ان کے غیر کیلئے جائز نہیں اور یہ بالکل ٹھیک ہے اس لئے کہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ جو شاگرد اساتذہ کے سامنے

چون وچرا نہ کرے۔ اور جو مرید اپنے شیخ کے سامنے چون وچرا کرے ہر ایک کو چراگاہ بھیج دینا چاہیئے۔

حاصل یہ کہ طالب علم کو عمل سے اپنے کو آزاد نہ سمجھنا چاہیئے، بلکہ زمانۂ طالبعلمی ہی سے عمل کرنا چاہیئے۔ تاکہ استعدادِ علمی کے ساتھ قوت عملی میں بھی ترقی ہوتی رہے۔ عمل کرنے میں امروز فردا (آج، کل) نہ کرے۔ اسلئے کہ اس طرح کرتے کرتے عمر ختم ہو جاتی ہے اور عمل کی فرصت میسر نہیں ہوتی۔

چنانچہ فاتحۃ العلوم میں امام غزالیؒ نے یہ حدیث نقل فرمائی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شیطان بسا اوقات تم لوگوں سے علم میں سبقت لے جاتا ہے۔ تو عرض کیا گیا کہ یہ کیسے تو فرمایا اسطرح کہتا ہے علم طلب کرو۔ ابھی عمل مت کرو۔ حتیٰ کہ جملہ علوم حاصل کرلو۔ پس ہمیشہ آدمی تحصیل علم میں لگا رہتا ہے اور عمل میں کوتاہی اور ٹال مٹول کرتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ مر جاتا ہے۔ اور عمل سے محروم رہ جاتا ہے۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ)

لیکن اب اگر کوئی شخص طلبہ سے عمل کیلئے کہے حتیٰ کہ نماز میں تعدیل ارکان کے متعلق نصیحت کرے تو اس کو ناگوار ہوتا ہے کہ ہم تو علم حاصل کرنے آئے ہیں۔ ہم کو عمل سے کیا تعلق، اور یہ بھی کہتے ہیں کہ ہم تو ابھی بچے ہیں ابھی سے ہم کو ان باتوں سے کیا مطلب ؟

مگر ان لوگوں کو شاید یہ نہیں معلوم کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات سال کی عمر ہی سے نماز کی پابندی کا امر فرمایا ہے۔ اور ان کے اولیاء کو حکم دیا ہے کہ دس سال کے لڑکے اگر نماز ترک کردیں تو ان کو ماریں اس سے معلوم ہوا کہ بچپن ہی سے عمل کی تاکید اور نماز کی پابندی کرانی چاہیئے اور تعدیل ارکان کا ابھی سے

عادی بنانا چاہیئے۔ ورنہ تو دیکھا جاتا ہے کہ جو لوگ بچپن میں نماز کی طرف سے لاپرواہی برتتے ہیں بڑے ہونے کے بعد بھی ان کی نماز درست نہیں ہوتی۔ غرض عمل میں یہ نہ سوچنا چاہیئے کہ کل کریں گے۔ پرسوں کرلیں گے۔ فارغ ہو جائیں گے تب کریں گے یہ سب نفس کا حیلہ ہے شیطان کا کید ہے خوب سمجھ لو۔ وباللہ التوفیق

چنانچہ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے خود اپنی طالبعلمی کا حال یوں لکھا ہے کہ تحصیل علم میں اسقدر انہماک و مشغولیت کے باوجود اس زمانے میں نفل نماز، اوراد، شب خیزی (رات کو جاگنا) اور مناجات کا سلسلہ جاری رہتا تھا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو علم بھی زبردست عطا فرمایا۔ جس کی بناء پر بہت سی مفید کتابیں لکھیں۔ مثلاً اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ، مدارج النبوۃ ہادی الناظرین اور ساتھ ہی اللہ نے ان کو باطنی دولت عطا فرمائی۔ چنانچہ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی برابر زیارت ہوا کرتی تھی۔ تو کیا یہ معمولی دولت ہے۔

؎ ایں آں سعادتیست کہ حسرت برد براں۔ جویائے ملک قیصر و ہم ملک سنجری

یقیناً یہ ایسی سعادت ہے اس کے نہ ملنے پر ملک قیصر اور ملک سنجر کے طالب کو بھی حسرت ہوتی ہے۔

۲۵ طالب علم کو چاہیئے کہ تقویٰ اختیار کرے اور کھانے پینے میں احتیاط رکھے تاکہ اس کے علم میں ترقی ہو۔

طالب علم کو چاہیئے کہ تقویٰ اختیار کرے۔ تاکہ اللہ تعالیٰ اس کو مزید علم سے بہرہ ور فرمائے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ پس اللہ تعالیٰ سے ڈرو یعنی اوامر کا امتثال کرو اور نواہی سے اجتناب کرو

تو اللہ تعالیٰ تمہیں علم سکھلادیں گے۔

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

جو شخص اپنی جانی ہوئی چیز پر عمل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسکو نہ جانی ہوئی چیز کا علم بھی عطا فرمادیتے ہیں، پس قرآن پاک اور حدیث پاک سے صراحۃً یہ معلوم ہوا کہ تقویٰ اور دین پر عمل کرنے سے علم میں ترقی ہوتی ہے۔

لہٰذا تقویٰ کا تقاضہ یہ ہے کہ مشتبہ اور حرام کھانے سے احتیاط رکھے اسلئے کہ ایسے کھانوں کے استعمال سے قلب میں ظلمت و قساوت ہوتی ہے اور اعمالِ صالحہ کی توفیق سلب ہوجاتی ہے اسلئے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کو بھی پہلے طیب کھانا کھانے کا امر فرمایا۔ لبعدہٗ عمل صالح کا۔

چنانچہ ارشاد فرمایا ہے یَآ اَیُّھَا الرُّسُلُ کُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا یعنی اے رسولو۔ کھاؤ طیبات سے اور عمل کرو صالح۔

حضرت سیدنا عبدالقدوس گنگوہیؒ نے تحریر فرمایا کہ اللہ نے اس آیت میں اکل طیب کو اس لئے مقدم فرمایا کہ عمل صالح کے کرنے میں اکل طیب کو خاص دخل ہے۔ شاید اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ایک دعا میں علم نافع اور عمل مقبول پر رزق طیب کی دعا کو مقدم فرمایا ہے۔ وہ دعا یہ ہے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْٓ اَسْأَلُکَ رِزْقًا طَیِّبًا وَعِلْمًا نَافِعًا وَعَمَلًا مُتَقَبَّلًا۔

اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں رزق طیب کا اور علم نافع کا اور عمل مقبول کا، لہٰذا حلال طیب کھانے کا بہت اہتمام کرنا چاہئے۔ تاکہ علم نافع اور عمل مقبول کی زیادہ سے زیادہ سعادت حاصل ہو۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق مرحمت فرمائے۔ (آمین)

۲۶ طالب علم کو چاہیئے کہ مخلوق سے سوال نہ کرے

طالب علم کو چاہیئے کہ اپنی دنیوی حاجات کا اظہار مخلوق پر نہ کرے۔ اور نہ ان سے سوال کرے۔ ہاں اگر بہت سخت ضرورت پڑ جائے تو کسی دیندار صالح شخص پر ظاہر کر دے اسلئے کہ وہ حتی الوسع اس ضرورت کو پوری کریگا اور اگر معذوری ہو گی تو کم از کم تحقیر و تذلیل تو نہ کریگا۔

مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ

عن ابن الفراسی قال قلت أأسأل یا رسول اللہ قال النبیؐ صلی اللہ علیہ وسلم لا وان کنت لابد فاسئلِ الصالحین	ابن فراسیؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں سوال کر سکتا ہوں تو آپ نے فرمایا نہیں اگر ضروری ہی ہو تو صالحین سے کرو۔

چنانچہ مرقاۃ میں ہے کہ بغداد کے فقراء امام احمد ابن حنبل سے سوال کرتے تھے۔ (مرقاۃ صفحہ ۴۵۸/۲)

۲۷ طالب علم کو چاہیئے کہ جب کسی شیخ یا استاد کا تقرب ہو جائے تو مندرجہ ذیل نصائح پر عمل کرے

طالب علم کو چاہیئے کہ جب اس کو کسی شیخ یا استاد کا تقرب حاصل ہو جائے تو ان پانچ نصائح پر عمل کرے جو حضرت عباسؓ نے اپنے صاحبزادے عبداللہؓ کو فرمایا تھا جب کہ وہ امیر المؤمنین حضرت عمرؓ کے معتمد ہو گئے تھے اور وہ ان کی رائے کو ترجیح دیتے تھے۔ وہ نصائح یہ ہیں۔

۱ ؍ ان کے کسی راز کو ہرگز ہرگز فاش نہ کرنا ۲ ؍ ان کے سامنے کسی کی غیبت

نہ کرنا۔ ۳ر وہ کبھی تم سے کذب کا تجربہ نہ کریں یعنی جھوٹ بات کبھی نہ کہنا۔
۴ر ان کے کسی حکم سے سرتابی نہ کرنا۔ ۵ر وہ کبھی تمہاری خیانت پر مطلع نہ ہونے پائیں۔ یعنی خیانت نہ کرنا۔

شعبی رح فرماتے ہیں کہ ان پانچوں باتوں میں سے ہر بات ہزار ہزار درہم یا دینار سے بہتر ہے۔ (احیاء العلوم ج ۲ ر۔ حقوق الاخوۃ والصحبۃ)

ظاہر ہے کہ یہ نصیحتیں صرف ابن عباس رضی ہی کیلئے مفید نہیں ہیں بلکہ ہر طالب علم اور مسترشد کیلئے نافع ہیں، اس پر عمل کرنا اپنی سعادت سمجھنا چاہیئے اسلئے کہ غیبت و شکایت کے برے انجام کے واقعات بکثرت کتابوں میں مذکور ہیں۔ چنانچہ امام غزالی رح نے "منہاج العابدین" میں نہایت عبرتناک واقعہ تحریر فرمایا ہے وہ یہ ہے۔

حضرت فضیل بن عیاض رح کے ایک شاگرد کا اخیر وقت تھا حضرت رح اس کے پاس تشریف لے گئے اور سرہانے بیٹھ کر سورۂ یٰسٓ پڑھنی شروع کی تو اس نے کہا اے میرے استاد نہ پڑھئے تو خاموش ہو گئے پھر اس کو کلمہ طیبہ کی تلقین فرمائی تو اس نے کہا اس کو میں نہ کہونگا اسلئے کہ میں اس سے علیحدہ ہو چکا ہوں۔ یہ کہہ کر مر گیا۔ اس واقعہ کا حضرت شیخ رح پر اتنا اثر ہوا کہ اپنے گھر میں داخل ہو گئے اور چالیس دن تک روتے رہے پھر خواب دیکھا کہ وہ شاگرد جہنم کی طرف گھسیٹتے ہوئے لے جایا جا رہا ہے۔ تو حضرت شیخ رح نے دریافت فرمایا کہ آخر کیا بات ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے قلب سے معرفت کو سلب فرمالیا۔ حالانکہ تو میرے شاگردوں میں سب سے زیادہ ذی علم تھا اس نے کہا تین چیزوں کی وجہ سے ایسا ہوا۔ اول نمیمہ یعنی اپنے ساتھیوں کی چغل خوری

کرتا تھا۔ دوم ان سے حسد کرتا تھا۔ سوم یہ کہ مجھ کو ایک بیماری تھی بغرض علاج طبیب کے پاس آیا تو اس نے کہا کہ سال میں ایک مرتبہ ایک پیالہ شراب پی لیا کرو اس سے صحت رہے گی۔ چنانچہ اس کے کہنے سے اس کو برابر استعمال کرتا رہا۔

(منہاج العابدین للغزالیؒ)

۲۸ طالب علم کو چاہئے کہ کسی شیخ سے تعلق بھی رکھے

طالب علم کیلئے ضروری ہے کہ زمانۂ طالب علمی ہی میں کسی مرشد سے ربط اور اصلاحی تعلق رکھے۔ اور اس کی خدمت میں گاہے گاہے آتا جاتا رہے تاکہ اخلاق کی اصلاح ہوتی رہے پس اگر اسکا اہتمام کیا گیا تو ہو سکتا ہے کہ جو بد اخلاقیاں طلبہ میں عام طور سے پیدا ہو جاتی ہیں ان کی بنیاد ہی نہ پڑے۔

چنانچہ حضرت مصلح الامتؒ دار العلوم دیوبند میں طالب علمی ہی کے زمانہ سے حضرت حکیم الامت کی خدمت میں آمد و رفت رکھتے تھے اور یہ اسلئے ضروری ہے کہ بچپن میں راہ پر لگا دینا آسان ہوتا ہے جیسا کہ نرم لکڑی کا سیدھا کرنا آسان ہوتا ہے۔

۲۹ طالب علم کو چاہئے کہ علماء متقدمین کے حالات کا مطالعہ کرتا رہے

طالب علم کو چاہئے کہ علماء متقدمین کے حالات کا مطالعہ کیا کرے تاکہ معلوم ہو کہ ان حضرات نے باوجود عسرت اور تنگی کے کس طرح علم حاصل کیا۔ تاکہ اپنے اندر بھی ہمت و حوصلہ پیدا ہو۔ مثال کے طور پر چند اکابر کے حالات مختصراً لکھتا ہوں بغور مطالعہ کرو۔

(۱) مطالعہ میں امام محمدؒ کا انہماک

امام محمدؒ نہایت ذہین وفطین تھے اس کے باوجود مطالعہ میں انہماک کا یہ عالم تھا کہ۔

الف : ان کے اردگرد کتابوں کا انبار لگا رہتا تھا۔ مطالعہ کے وقت کسی سے بولتے نہ تھے۔ صرف ابرو اور ہاتھ کے ذریعہ اپنی ضروریات بتلادیا کرتے تھے۔

ب : کپڑے بدلنے کا وقت خود نہ نکالتے تھے۔ کوئی دوسرا بدلوا دیتا تو بدل لیتے تھے۔

ج : گھر میں ایک دفعہ مرغ رکھا گیا جو رات کو بانگیں دیا کرتا تھا آپ نے یہ فرماتے ہوئے ذبح کرادیا کہ اسکی بے وقت بانگ سے علمی مشاغل میں خلل پڑتا ہے۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں میں ایک دفعہ ساری رات امام محمدؒ کے یہاں رہا۔ آپ کی رات یوں گذری کہ کچھ دیر مطالعہ فرماتے اور کچھ دیر لیٹ جاتے جب صبح ہوئی تو آپ نے اسی طرح نماز پڑھ لی جس سے معلوم ہوا کہ آپ ساری رات باوضو رہے۔

امام محمدؒ کے صحیفۂ زندگی میں یہ وصف بہت نمایاں ہے کہ وہ رات کو بہت کم سوتے تھے اور رات کا وقت درس وتدریس مطالعہ وتصنیف میں گذرتا تھا۔ بعض احباب نے کم خوابی اور زحمت کشی کی وجہ دریافت کی تو فرمایا۔

کیف انام وقد نامت عیون المسلمین توکلا علینا و یقولون اذا وقع لنا امر رفعناہ الیہ فیکشفہ لنا فاذا نمت ففیہ تضییع الدین۔

میں کس طرح سوسکتا ہوں جبکہ مسلمانوں کی آنکھیں ہمارے

بھروسے سو چکی ہیں۔ اور وہ یہ کہتے ہیں کہ ہمیں کیا فکر ہے جب کوئی مسئلہ دین کا پیش آئیگا تو امام محمد سے حل کرلیں گے۔ پس اگر میں بھی سو جاؤں تو اس میں دین کی بربادی ہے۔ (از رسالہ البلاغ کراچی)

مطالعہ کے انہماک کا ایک انگریز کا سبق آموز واقعہ

علامہ[ع] شبلی لکھتے ہیں:

ہم دونوں (شبلی، آرنلڈ[س]) جہاز میں سفر کر رہے تھے۔ ا رمئی کی صبح کو میں سونے سے اٹھا تو ایک ہم سفر نے کہا کہ جہاز کا انجن ٹوٹ گیا ہے میں نے دیکھا تو واقعی کپتان اور جہاز کے ملازم گھبرائے پھر رہے تھے اور اس کی درستی کی تدبیر کر رہے تھے انجن بالکل بیکار ہو گیا تھا اور جہاز نہایت آہستہ آہستہ ہوا کے سہارے چل رہا تھا میں سخت گھبرایا اور نہایت ناگوار خیالات دل میں آنے لگے اس اضطراب میں اور کیا کر سکتا تھا دوڑا ہوا مسٹر آرنلڈ کے پاس گیا۔ وہ اس وقت نہایت اطمینان کے ساتھ کتاب کا مطالعہ کر رہے تھے میں نے ان سے کہا آپ کو کچھ خبر بھی ہے؟ ہاں! انجن ٹوٹ گیا ہے۔ میں نے کہا آپ کو کچھ اضطراب نہیں۔ بھلا یہ کتاب دیکھنے کا موقع ہے؟ فرمایا کہ جہاز کو اگر برباد ہی ہونا ہے تو یہ تھوڑا سا وقت اور بھی قدر کے قابل ہے اور ایسے قابل قدر وقت کو رائیگاں کرنا بالکل بے عقلی ہے ان کے استقلال اور جرأت سے مجھے بھی اطمینان ہوا آٹھ گھنٹہ بعد انجن درست ہوا اور جہاز بدستور چلنے لگا۔ (رسالہ نظر و فکر ناموران علی گڈھ ۹۴ جلد ۲۲ جنوری تا ستمبر ۱۹۸۵ء)

ع علامہ شبلی ضلع اعظمگڈھ کے "بندول" نام کے گاؤں میں ۱۸۵۷ء میں پیدا ہوئے۔ ان کے اساتذہ میں مولانا محمد فاروق صاحب چریاکوٹی اور مولانا احمد علی محدث سہارنپوری رح تھے۔ آپ کی مشہور تصانیف میں "سیرۃ النبی" کے ابتدائی دو حصے، اور الفاروق اور سیرۃ النعمان وغیرہ ہے۔ آپ کی وفات ۱۳۳۲ھ ۱۹۱۴ء میں ہوئی۔ اعظمگڈھ شبلی منزل میں مدفون ہوئے۔ نور اللہ مرقدہٗ۔

س یہ علی گڑھ یونیورسٹی میں فلسفہ کے پروفیسر اور مشہور دانشور تھے، جن سے علامہ شبلی رح کے گہرے تعلقات ہو گئے تھے۔ (مرتب)

(۳) مولانا مفتی منہاج لاہوری کی طالب علمی

دہلی میں ایک زبردست عالم اور خدا پرست بزرگ مولانا شعیب نامی تھے حضرت عبدالقدوس گنگوہیؒ جیسے حضرات ان کا وعظ سنا کرتے تھے جہاں ان کا وعظ ہوتا تھا تو یہ مجال نہ تھی کہ کوئی ادھر سے گذرے اور بے وعظ سنے چلا جائے۔ چاہے کتنا ہی بڑا بوجھ لادے ہوئے کیوں نہ ہو مگر کھڑے ہو کر ضرور سنتا تھا۔ آپ کے والد بزرگ وار مولانا منہاج تھے یہ لاہور سے طالبعلمی کی دھن میں دہلی آئے۔ اور بڑی سختیاں جھیل کر علم کی دولت حاصل کی اس کے بعد سلطان بہلول لودی کے عہد خلافت میں شہر دہلی کے مفتی مقرر ہوئے۔ اور دہلی ہی میں سکونت اختیار کر لی۔

ان کے واقعات میں مذکور ہے کہ طالب علمی کے زمانہ میں دکان دکان پھر کر تھوڑا آٹا اور گھی مانگ لاتے۔ آٹے کا چراغ بنا کر اسمیں گھی ڈال دیتے اور اسی کی روشنی میں پوری رات مصروف مطالعہ رہتے۔ جب دن ہوتا تو اسی چراغ کے آٹے کی ٹکیاں پکا کر کھا لیتے اور صرف اتنے ہی پر قناعت کرتے تھے انہوں نے مدتوں اسی صورت سے گذر کیا۔

کیا ہمارے ان طلبار کے لئے بھی اس میں کچھ درس عبرت ہے ؟ جن کو مدرسہ سے مفت کھانا اور کپڑا مدرسہ ہی سے پڑھنے کیلئے کتابیں مدرسہ ہی سے مطالعہ کیلئے بلا قیمت تیل اور اب تو بجلی اور رہنے کیلئے دارالاقامہ کا پختہ ہوادار آرام دہ کمرہ مل جاتا ہے بایں ہمہ نہ مطالعہ ہے نہ تکرار نہ تحصیل علم کا ولولہ نہ تہذیب اخلاق کا کوئی اہتمام اور فکر (اہل دل کی دل آویز باتیں۔ مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی)

۴- حضرت شیخ عبدالحق رح کی طالب علمی

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے علمی وعملی کمالات کا تذکرہ تم نے بہت سنا ہوگا۔ آؤ آج ان کی طالب علمی کی دلچسپ اور حیرت انگیز روداد سنو اور خود شیخ کی زبانی سنو۔

ابتدائی حالات اور تحصیل علم

بچپن کے شروع ہی سے میں نہیں جانتا کھیل کیا ہے اور سونا کونسی چیز صحبت و یار باشی کس چیز کا نام ہے۔ اور آرام کس کو کہتے ہیں۔ اور راحت طلبی کہاں اور سیر و تفریح کیسی۔ رات کو نیند کیسی اور آرام کہاں نیند تو عاشقوں پر حرام ہے۔ تحصیل علم اور کام کے شوق میں نہ کبھی وقت پر کھانا کھایا اور نہ کسی مقرر بستر پر سویا۔ آگے فرماتے ہیں کہ میں روزانہ چاہے شدت کے جاڑے ہوں یا شدت کی گرمی ہو - اپنے گھر سے دہلی کے مدرسہ میں دونوں وقت حاضری دیتا تھا حالانکہ گھر سے مدرسہ تک ڈیڑھ میل کا فاصلہ تھا۔ پھر لطف یہ ہے کہ ایسے وقت سے گھر سے نکل پڑتا تھا کہ صبح صادق سے کچھ دیر پہلے مدرسہ پہنچکر چراغ کی روشنی میں قرآن پاک کی تلاوت کرتا تھا۔ دوپہر کے قریب وہاں سے آکر چند لقمے کھاتا پھر مدرسہ کی راہ لیتا۔

پڑھنے کی کیفیت سنو آجکل کی طرح صرف ورق گردانی نہیں ہوتی تھی بلکہ جو کتابیں پڑھتے تھے ان کو بلکہ

ان کے شروح و حواشی مکمل جاتے ان کو بھی لازمی طور سے خود اپنے ہاتھ سے روزانہ لکھتے پروگرام یہ تھا کہ رات کا اکثر حصہ اور دن کا تھوڑا وقت مطالعہ میں گذارتے تھے۔ اور دن کا اکثر حصہ اور رات کا تھوڑا وقت لکھنے میں صرف کرتے تھے۔

فرماتے تھے کہ میرے والدین پیچھے پڑے رہتے تھے کہ ذرا دیر محلہ کے لڑکوں کے ساتھ کھیل آؤں یا رات کو وقت سے پلنگ پر لیٹ جایا کروں میں عرض کرتا کہ کھیل سے مقصد دل بہلانا ہے میرا دل اسی سے بہلتا ہے۔ کہ کچھ پڑھوں یا کوئی مشق کروں۔

خود فرماتے ہیں کہ اور لڑکوں کے والدین مدرسہ جانے کی تاکید کرتے اور ڈانٹتے رہتے تھے، مگر میرے والدین نہ جانے کیلئے بہت روکتے تھے۔ رات کو مطالعہ کرتے کرتے جب نصف رات ڈھل جاتی تھی تو میرے والد بزرگوار چلاتے تھے۔ بابا کیا کرتے ہو۔ میں فوراً لیٹ جاتا اور کہتا کہ سو رہا ہوں (تاکہ جھوٹ نہ ہو) اس کے بعد پھر بیٹھ کر کتاب پڑھنے لگتا فرماتے ہیں کہ کئی بار پگڑی اور سر کے بالوں میں آگ لگ گئی اور جب تک اسکی گرمی محسوس نہیں ہوئی مجھے خبر بھی نہیں ہوئی۔ صرف استعداد اور مناسبت پر قناعت نہیں کی سات آٹھ سال تک کمال و پختگی کے درپے رہے۔ فرماتے ہیں کہ صرف نحو ادب و لغت، منطق و کلام وغیرہ سب پڑھنے اور ہر فن میں بہت کچھ استعداد و مناسبت پیدا کرچکنے کے بعد سات آٹھ سال تک ماہر عالم کے حلقۂ درس میں پوری پابندی کے ساتھ شریک ہوتا رہا۔ اور اتنی محنت اور مشقت سے تکمیل میں مصروف رہتا کہ دن و رات کے چوبیس گھنٹوں میں شاید دو تین گھنٹے آرام کے ملتے ہوں (اہل دل کی دل آویز باتیں۔ مصنفہ مولانا حبیب الرحمن صاحب الاعظمیؒ)

(۵) عالم ربّانی حضرت مولانا رشید احمد صاحبؒ گنگوہیؒ کی طالب علمی

تذکرۃ الرشید میں ہے کہ دہلی میں بزمانۂ طالب علمی جتنا بھی آپ کو قیام کرنا پڑا اس کی مدت کو دیکھئے کہ بمشکل چار سال ہوتی ہے اور ان کے اس مبلغ علم اور استعداد کو ملاحظہ فرمایئے جس کا مخالفین کو بھی اعتراف کئے بغیر چارہ نہیں۔ دونوں پر نظر ڈال کر بہت ہی تعجب ہوتا ہے کہ اتنے تھوڑے ایام میں آپ کو یہ سمندر کیونکر پلا پایا گیا۔ اس میں شک نہیں کہ آپ اعلیٰ درجہ کے ذکی اور مغلق مضمون کو جلد سمجھنے والے طالب علم تھے اور اس کے ساتھ ہی شوقین اور محنتی اس درجہ کے شب و روز کے چوبیس گھنٹوں میں شاید سات آٹھ گھنٹہ بمشکل سونے کھانے اور دیگر ضروریات شرعیہ وطبعیہ میں خرچ ہوتے ہونگے۔ اور اسکے علاوہ سارا وقت ایسی حالت میں گذرتا تھا کہ کتاب نظر کے سامنے ہے۔ اور خیال مضمون کی تہ میں ڈوبا جاتا ہے۔ مطالعہ میں آپ اس قدر محو ہوتے تھے کہ آپ کے پاس رکھا ہوا کھانا کوئی اٹھالے جاتا تو آپ کو خبر نہ ہوتی۔ بارہا ایسا اتفاق ہوا کہ کتاب دیکھتے دیکھتے سو گئے اور صبح کو معلوم ہوا کہ رات کا کھانا نہیں کھایا۔

مدرسہ کو آتے جاتے آپ کبھی ادھر ادھر نہ دیکھتے تھے۔ لپکے ہوئے جاتے تھے اور جھپٹے ہوئے آتے تھے۔ ایام طالب علمی میں آپ نے اپنی خورد و نوش کا دہلی میں کسی پر بار نہ ڈالا۔ تین روپیہ ماہوار آپ کے ماموں بھیجا کرتے تھے اس میں روکھی سوکھی روٹی اور دال ترکاری جو کچھ وقت پر آسانی سے مل گیا آپ نے کھالی اور اسی تین روپیہ میں کپڑے کی دھلائی اصلاح خط یا جو کچھ ضرورت پیش آئی رفع کی۔

آپ فرمایا کرتے تھے ہمیں دہلی میں کئی شخص کیمیا بنانے والے ملے ایک شخص نے بنا کر دکھلایا ایک شخص نے ہمیں اس کا نسخہ دیا وہ میری ترمذی میں پڑا ہے مگر میں نے کبھی دھیان بھی نہیں کیا۔ طالبعلمی میں تو کیا بعد میں بھی کبھی وسوسہ نہ آیا کہ لاؤ دیکھوں تو سہی بنتی ہے یا نہیں۔ (تذکرۃ الرشید ص ۳۵)

عزیزانم ان علماء کرام کے علم وادب اور اصلاح وتقویٰ کا حال تم لوگوں کو معلوم ہوا کہ ابتداء ہی سے ان کو علم وعمل کا کس قدر اہتمام تھا اسی کی بدولت مناصب عالیہ سے نوازے گئے۔ اور ورثۃ الانبیاء قرار پائے۔

لہذا تم لوگوں کی یہ سعی ہونی چاہئے کہ ان حضرات جیسا علم وعمل اور سیرت اختیار کر کے ان کے زمرہ میں داخل ہو جاؤ۔ واللہ الموفق۔

(۳۰) طالب علم کو چاہئے کہ

اپنے اساتذہ کیلئے دعاءِ خیر کرتا رہے

طالب علم کا یہ فریضہ ہے کہ اپنے اساتذہ جن کا عظیم احسان اس پر ہے ان کیلئے دعاءِ خیر کرتا رہے، ان سے خاص تعلق رکھے، اور ان کی خدمت میں جایا کرے۔ اور اگر گنجائش ہو تو مالی و بدنی خدمت کرتا رہے۔ اس لئے کہ یہ شرافت کی بات ہے کہ احسان کا بدلہ احسان سے دے۔ هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ۔ اللہ تعالےٰ تمام طلبہ علم دین کو عموماً اور ہمارے بچّوں کو خصوصاً ان آداب پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین! وَاللّٰهُ الْمُوَفِّقُ وَهُوَ يَهْدِي إِلَىٰ سَوَاءِ السَّبِيلِ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وظائف العلماء والمعلّمین

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین وعلیٰ آلہ واصحابہ الطیبین الطاہرین۔ اما بعد:

عزیزانم۔ اب تک تم لوگ متعلمین کے آداب کو پڑھ رہے تھے اب معلمین کے فرائض و وظائف کا مطالعہ کرو۔

پہلے یہ بات ذہن نشین کرلو اور یقین رکھو کہ عالم دین اور اسکے معلم کا اللہ کے نزدیک بہت بڑا رتبہ ہے۔ اسکی بہتری اور برتری کے لئے یہ کافی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے متعلق ارشاد فرمایا "اِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّماً" یعنی میں معلم (کتاب وسنت) بناکر بھیجا گیا ہوں۔

ہاں یہ بات بھی ذہن نشین کرلو کہ جو چیز جتنی بڑی و عظیم ہوتی ہے اسکی حفاظت و رعایت بھی اسی شان کی ہونی چاہئے۔ لہذا اس کے لئے جو وظائف و آداب حضرت مصلح الامتؒ کی خدمت اقدس میں کمدت مدید تک رہنے سے ذہن نشین ہوئے وہ درج کرتا ہوں۔ پس اگر وہ صحیح ہیں تو یقیناً حضرت شیخؒ کے روحانی فیوض و برکات کا ثمرہ ہے اور اگر صحیح نہیں تو بلا توقف عرض ہے کہ وہ اپنی کم علمی و نادانی کا نتیجہ ہے۔ آعاذنا اللہ تعالیٰ منہ

۱۔ عالم کا وظیفہ ہے کہ اپنے علم و عمل میں اخلاص اختیار کرے

یوں تو ہر ہی شخص کے لئے ضروری ہے کہ اپنے ہر عملِ خیر سے اللہ کی رضا و خوشنودی کا قصد کرے مگر علماء کو تو اس کا خاص لحاظ رکھنا چاہیئے اس لئے کہ حضرات محدثینؒ اپنی کتاب کے شروع میں عموماً مشہور حدیث " اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَاتِ" الحدیث کو درج کرتے ہیں تاکہ پڑھنے پڑھانے والی دونوں ہی جماعتیں اخلاص کے ساتھ کتاب کو شروع کریں بلکہ ہر دینی خدمت پر اللہ ہی سے اجر و ثواب کے طالب ہوں نہ کہ غیر اللہ سے۔ اس بنا پر کسی بھی نبی و رسول نے اپنی تعلیم و تبلیغ پر مخلوق سے اجر کا سوال نہیں فرمایا بلکہ سوال نہ کرنے کا اعلان فرمایا چنانچہ حضرت ھود علیہ السلام نے فرمایا یَا قَوْمِ لَآ اَسْأَلُکُمْ عَلَیْہِ اَجْرًا اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَی الَّذِیْ فَطَرَنِیْ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ۔ پ۱۲ ع۵ یعنی اے میری قوم میں تم لوگوں سے دعوت و تبلیغ پر اجر کا طالب نہیں ہوں بلکہ اجر تو اللہ کے ذمہ ہے جس نے مجھ کو پیدا کیا۔ اسی آیت کے تحت قاضی بیضاویؒ لکھتے ہیں کہ

خاطب کل رسولٍ بہ قومہ ازاحۃً للتھمۃ و تمحیضاً للنصیحۃ فانھا لا تنجح ما دامت مشوبۃ بالمطامع (بیضاوی پ۱۲ ع ۵)	ہر رسول نے اپنی قوم کو اسی طرح خطاب کیا ہے تاکہ طمع دنیا کی تہمت کا ازالہ ہو جائے اور نصیحت محض اللہ تعالیٰ کیلئے ہو جائے اسلئے کہ نصیحت جب تک طمع سے خالی نہ ہوگی اس وقت تک مؤثر نہ ہوگی۔

اسی طرح حجۃ الاسلام امام غزالیؒ نے اخلاص کی ضرورت و اہمیت کو

ان الفاظ میں واضح فرمایا ہے۔

ولذالك من سلم له من عمره خطرة واحدة خالصة لوجه الله نجیٰ وذالك لعز الاخلاص۔ موافقات صـ۲۱۴ ج۲

اسی لئے جسکی پوری عمر میں ایک لحظہ اللہ کی رضا کیلئے صحیح سالم رہے گا وہ نجات پا جائیگا اور یہ اسلئے کہ اخلاص نہایت قیمتی و نادر دولت ہے

اسی لئے حضرت مصلح الامت مولانا شاہ وصی اللہ صاحبؒ اکثر فرماتے تھے کہ ابلیس اگر ایک سجدہ بھی اللہ کے لئے کئے ہوتا تو راندۂ درگاہ نہ ہوتا۔ اسلئے کہ اس نے تمام سجدے زمین کی خلافت کی ہوس میں کئے تھے

۲ عالم کیلئے ضروری ہے کہ وہ اپنے قول پر عمل کرے

یعنی عالم کے لئے ضروری ہے کہ جو بات دوسروں سے کہہ رہا ہے اس پر خود بھی عمل کرے تاکہ عالم بے عمل کے سلسلے میں جو وعیدیں قرآن وحدیث میں آئی ہیں ان کا وہ عالم مصداق اور عوام کے نزدیک متہم و ذلیل نہ ہو جائے۔

چنانچہ امام غزالیؒ معلم کے وظائف کو بیان کرتے ہوئے یوں تحریر فرماتے ہیں۔

والوظيفة الثامنة ان يكون المعلم عاملا بعلمه فلا يكذب قوله فعله لان العلم يدرك بالبصائر والعمل يدرك بالابصار وارباب

یعنی معلم کا آٹھواں وظیفہ یہ ہے کہ اپنے علم پر وہ عامل ہو پس اسکا عمل اس کے قول کی تکذیب نہ کرے اسلئے کہ علم کی پہچان تو باطنی آنکھ سے ہوتی ہے اور عمل کی شناخت ظاہری آنکھ سے اور ظاہر ہے کہ ظاہری آنکھ والے زیادہ ہیں لہٰذا

الابصار اکثر فاذا خالف العمل العلم منع الرشد.

جب معلم کا عمل اس کے علم کے خلاف ہوگا تو یہ رشد و ہدایت کیلئے مانع ثابت ہوگا (احیاء العلوم ص۶۳ ج۱)

اسی لئے حضرت سید نار فاعیؒ "البنیان المشید" میں عالم کو عمل کی طرف ترغیب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

بزرگو تمہارے اندر بعضے فقہاء اور علماء بھی ہیں تم وعظ کی مجلسیں بھی منعقد کرتے ہو۔ درس بھی دیتے ہو۔ احکامِ شرعیہ بھی بیان کرتے ہو۔ لوگوں کو مفتی بنکر احکام بھی بتلاتے ہو۔ خبردار چھلنی کی طرح نہ ہو جانا کہ عمدہ آٹا تو نکال دیتی ہے اور بھوسی اپنے پاس رہنے دیتی ہے اسیطرح تمہارا یہ حال نہ ہونا چاہیئے کہ تم اپنے منہ سے دوسروں کیلئے تو حکمت کی باتیں نکالتے رہو اور خود تمہارے دلوں میں کھوٹ رہ جائے۔ اسلئے کہ اس وقت تم سے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد پر عمل نہ کرنے پر محاسبہ کیا جائیگا۔ اَتَأمُرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ یعنی کیا تم دوسروں کو نیکی کی تاکید کرتے ہو اور اپنے آپکو نیکی سے بھلاتے ہو۔ (البنیان المشید)

نیز تفسیر عزیزی میں مذکور ہے۔

در انجیل مقدس فرموده اند که شما مثل غربال نمی باشید که نفیس از وے بر آید و کثیف درو ے میماند چنان نه شود که حکمت از دل شما بیرون رود و کینها در سینه ہائے شما باقی ماند۔ (تفسیر عزیزی ص۱۴۱)

انجیل مقدس میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ تم لوگ مثل چھلنی کے مت بنو کہ عمدہ شئ تو اس سے باہر نکل جاتی ہے اور ردی چیز رہ جاتی ہے۔ اسی طرح ایسا نہ ہو کہ حکمت تو تمھارے دلوں سے نکل جائے اور کینے تمھارے سینوں میں باقی رہ جائیں

ف اس ارشاد میں معلمین و مرشدین کیلئے کتنی زبردست نصیحت ہے
اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق مرحمت فرمائے۔ مرتب

۳ عالم کا وظیفہ ہے کہ خدمت دین کو اپنی دنیوی حاجات پر مقدم رکھے

عالم کا وظیفہ ہے کہ خدمتِ دین کو اپنی تمام دنیوی حاجات پر مقدم رکھے
اسلئے کہ قرآن و حدیث کا علم اس لئے حاصل کیا جاتا ہے کہ اس پر عمل کے ساتھ
ساتھ اللہ کے بندوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دی جائے۔ اور انکی رہبری
کیجائے۔ لہٰذا اپنے کو روزی کے معاملے میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر کے دین
کی خدمت کیلئے یکسو کر لینا چاہئے۔ جیسا کہ شیخ العلماء حاجی امداد اللہ صاحب
مہاجر مکی قدس سرہٗ نے اپنے خلیفۂ اجل حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی
تھانویؒ کو یوں تحریر فرمایا۔

"میں نے پہلے مشورہ دیا تھا کہ دین کو خوب مضبوط پکڑنا چاہئے۔
دنیا خود ہی اچھی صورت میں حاضر رہے گی۔ بہر حال آپ لوگ ورثۃ الانبیاء ہیں
اللہ تعالیٰ نے آپ لوگوں کو اپنی مخلوق کی ہدایت کیلئے پیدا کر کے بڑے
درجات عنایت کئے ہیں۔ پس اپنے مقصود کا خیال سب پر مقدم رہے۔" (مکتوبات امدادیہ)

صاحب مرقاۃ شارح مشکوٰۃ نے بھی اسی قسم کی بات تحریر فرمائی ہے
وہ یہ ہے۔

من شان الاخلاص بالعلم ان — یعنی علم میں اخلاص کی شان سے یہ بات ہے
تاتیہ الدنیا لصاحبہ راغمۃ (مرقاۃ) — کہ دنیا اس کے پاس ناک رگڑتی آتی ہے۔

چنانچہ ہمارے بزرگوں کا حال دیکھ لو کہ ان کے اخلاص کی برکت سے ان کو دنیا کی کیسی عزت و دولت حاصل ہوئی۔ واللہ الموفق

۴ عالم کا وظیفہ ہے کہ اخلاص سے کام شروع کرے، کوئی مانے یا نہ مانے

عالم کی ذمہ داری ہے کہ اخلاص سے کام شروع کر دے۔ کوئی سنے یا نہ سنے کوئی مانے یا نہ مانے۔ دیکھو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تن تنہا ہی تو کام شروع فرمایا تھا مگر تھوڑے ہی دنوں میں آپ کے کتنے جانثار صحابہ پیدا ہو گئے

اسی طرح ہر مصلح کے ساتھ یہ معاملہ پیش آتا ہے کہ اولاً مخلوق کی طرف سے اسکی مخالفت ہوتی ہے مگر اللہ تعالیٰ کچھ ہی دنوں کے بعد مخلصین کی ایک جماعت کو اس کا ہم نوا بلکہ جانثار بنا دیتے ہیں۔

چنانچہ حضرت مصلح الامت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب قدس سرہٗ نے فرمایا کہ "میں اور حضرت مولانا عبدالغنی صاحب پھولپوری حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رح کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ارشاد فرمایا۔

"اخلاص سے کام کرتے رہو لوگ متوجہ ہو جائیں گے" پس دیکھ لو کہ کتنے لوگ ان دونوں بزرگوں کی طرف متوجہ ہو گئے۔ اور کتنا طریق کا کام ہوا وہ سب پر عیاں ہے۔ تو آخر کیا بات تھی یہی تو ان حضرات نے اخلاص سے کام شروع کیا اور اخیر دم تک کرتے رہے۔ یہاں تک کہ ہند و پاک دونوں ہی ملکوں کے عوام تو عوام بلکہ علماء نے بھی ان کے کام کو تسلیم کیا اور تعریف کیا۔ چنانچہ ہم نے تذکرہ مصلح الامتؒ حصہ دوم میں ہند و پاک کے علماء و مشائخ کے تأثرات نقل کئے ہیں ان کو بغور پڑھو جس سے حضرت مصلح الامت کی مقبولیت کا صحیح اندازہ ہو جائے گا۔

۵ عالم کا وظیفہ ہے کہ تواضع اختیار کرے

عالم کا یہ بھی وظیفہ ہے کہ باوجود کمال علم کے اپنے کو صفت تواضع سے متصف کرے۔ چنانچہ حضرت سیدنا رفاعیؒ اتنے بڑے عالم فاضل ہونے کے باوجود اپنے متعلق یہ فرما رہے ہیں کہ " بزرگو! میں شیخ نہیں ہوں۔ نہ اس جماعت سے کچھ بڑھا ہوا ہوں۔ نہ میں واعظ ہوں۔ نہ معلم و مربی ہوں۔ میرا حشر فرعون و ہامان کے ساتھ ہو اگر مجھے اس کا وسوسہ بھی آئے کہ میں کسی کا بھی شیخ ہوں ہاں اللہ تعالیٰ مجھے اپنی رحمت سے ڈھانپ لیں تو مسلمانوں میں سے ایک مسلمان میں بھی ہوں۔ (البنیان المشید)

حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ کتنے بڑے عالم تھے مگر ان کی تواضع کا یہ حال تھا کہ ایک مرتبہ صحن میں حدیث کا درس دے رہے تھے۔ اچانک بارش ہونے لگی۔ طلبہ تو اپنی اپنی کتابیں لے کر اندر چلے گئے۔ مگر حضرت گنگوہیؒ کو دیکھا گیا کہ وہ طلبہ کی جوتیوں کی حفاظت فرما رہے ہیں۔ طلبہ یہ دیکھ کر بہت متأثر ہوئے۔ اسی طرح ایک مرتبہ حضرت مولانا گنگوہیؒ نے اثنائے درس میں حدیث لاتفضلونی علی یونس بن متی کے متعلق فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تواضعاً فرمایا ہے طلبہ کو اس بات سے تسلی نہ ہوئی تو آپ نے فرمایا اچھا بتلاؤ تم لوگ مجھ کو کیسا سمجھتے ہو؟ کسی نے کہا ہم آپ کو قطب سمجھتے ہیں اور کسی نے کہا ہم آپ کو غوث سمجھتے ہیں اسی طرح کسی نے کچھ کہا اور کسی نے کچھ تو ارشاد فرمایا کہ قسم اللہ کی میں تم میں سے ہر ایک کو اپنے سے افضل سمجھتا ہوں۔ یہ بات حضرت مولانا گنگوہیؒ نے اس انداز سے فرمائی کہ طلبہ یہ سن کر بہت متأثر ہوئے۔

۶ عالم کا وظیفہ ہے کہ اپنے علم پر ناز و طغیان نہ کرے

عالم کو چاہئے کہ اپنے علم پر ناز و طغیان نہ کرے۔ اسلئے کہ یہ شان علم کے منافی ہے مگر اسکا پیدا ہو جانا کچھ بعید بھی نہیں۔

چنانچہ مجمع البحار میں یہ حدیث مذکور ہے

اِن للعلم طغیانا کطغیان المال یعنی جیسے صاحب مال کو مال سے طغیان ہوتا ہے ویسے ہی صاحب علم کو اپنے علم سے بھی طغیان ہوتا ہے اس حدیث کے سنانے کے بعد حضرت مصلح الامت مولانا وصی اللہ صاحبؒ فرماتے تھے کہ علم و مال کے علاوہ بعض دفعہ عابد اپنی عبادت سے بھی طغیان کا شکار ہو جاتا ہے جسکی وجہ سے اپنے نہ عبادت کرنے والے بھائیوں کو بنظر حقارت دیکھتا ہے نیز حضرت مصلح الامت فرماتے تھے کہ علم و مال اور عبادت سے طغیان کا مطلب یہ ہے کہ اسکو اللہ کا عطیہ نہ سمجھے بلکہ اپنی جد و جہد کا ثمرہ سمجھے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ

۷ عالم کا وظیفہ ہے کہ اپنے قلب کو مثل آئینہ کے صاف و شفاف رکھے۔

عالم کیلئے ضروری ہے کہ اپنے قلب کو اپنے بھائیوں کیلئے صاف و شفاف رکھے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ نہ خود کسی کی غیبت و شکایت کرے۔ اور نہ اپنے خدام و مقربین کو اسکی اجازت دے بلکہ سختی سے ایسی باتوں سے منع کرے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے اصحاب میں سے کوئی کسی

کی برائی مجھ تک نہ پہنچائے۔ تاکہ میں سب سے اس حال میں ملوں کہ میرا سینہ بالکل صاف ہو۔ اس سنت باطنی کو ہمارے صوفیہ صافیہ نے زندہ رکھا اور اپنے طریق کا آئین واصول ہی یہ قرار دیا۔

؎ آئین ماست سینہ چوں آئینہ داشتن کفرست در طریقت ما کینہ داشتن

سینہ کو صاف وشفاف رکھنا ہمارا آئین واصول ہے۔ اسلئے کہ ہمارے طریق میں کینہ رکھنا کفر ہے۔

پس ہر شخص کو خصوصاً علماء ومشائخ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سنت پر عمل کرنا ضروری ہے۔ واللہ الموفق

۸ عالم کا وظیفہ ہے کہ روزانہ کسی قدر ذکراللہ کا معمول رکھے

عالم کے لئے ضروری ہے کہ علمی اشتغال کے ساتھ ساتھ ذکر وفکر کا بھی معمول رکھے چنانچہ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ لابد للعالم من ورد من اعماله یکون بینه وبین اللہ تعالی یعنی عالم کیلئے لازم ہے کہ اس کے لئے کچھ ایسا ورد ہو جو خالص اسکے اور اللہ تعالی کے درمیان ہو۔ امام صاحبؒ نے خاص طور سے علماء کو جو ورد ووظیفہ کی ھدایت فرمائی تو اسلئے کہ ایسا نہ ہو کہ علماء درس وتدریس، وعظ وافتاء وغیرہ میں مشغول ہو کر ذکر وفکر سے غافل ہو جائیں جو علماء کیلئے بہت ہی خسارہ کی بات ہو گی چنانچہ امام غزالیؒ جب مقام ذکر میں آئے تو بطور حسرت یہ فرمایا کہ ہم نے

وجیز، وسیط اور بسیط کی تصنیف میں اپنی عمر کا ایک حصہ ضائع کردیا تو دیکھو تصنیف و تالیف دین ہی کا کام تھا تاہم اسمیں وقت صرف کرنے کو ضیاع سے تعبیر کیا۔ اور اس سے بڑھ کر یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو ہر وقت ہی دینی کام میں مشغول رہتے تھے تاہم اللہ تعالیٰ نے فرمایا فاذا فرغت فانصب والی ربك فارغب جب آپ (تبلیغ احکام سے) فارغ ہوجایا کریں تو محنت کیا کیجئے (یعنی عبادت و ریاضت کیا کیجئے) اور اپنے رب ہی کی طرف توجہ رکھئے چنانچہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لی مع اللہ وقت لا یسعنی فیه ملك مقرب ولا نبی مرسل او کما قال میرے لئے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک ایسا وقت بھی ہوتا ہے جسمیں نہ تو کسی مقرب فرشتے کی گنجائش ہوتی ہے۔ نہ کسی نبی مرسل کی۔

پس علماء کرام جو از روئے حدیث ورثۃ الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہیں ان کو بھی اپنے اصل مورث کی اس سنت پر عمل کرنے کا اہتمام کرنا چاہئے۔ جیسا کہ خواجہ معصومؒ ایک طالب کو تحریر فرماتے ہیں "حلقۂ ذکر گرم دارند یعنی حلقۂ ذکر کو مستعدی سے جاری رکھیں اور تنہائی کی طرف راغب رہیں۔ دن رات میں ایک دو وقت تو ضرور خلوت کیلئے مقرر کرلینا چاہئے جس میں ذکر و فکر کریں اور اپنی کوتاہیوں اور لغزشوں کو یاد کریں اور توبہ و استغفار کا التزام کریں اور اپنے کمالات و مرادات کی نفی کو مغتنمات (غنیمت ۱۲) میں سے سمجھا کریں۔ اسکے بعد باقی اوقات کو افادہ و استفادہ میں صرف کریں۔ (مکتوبات معصومیہ ص۳۲۷ ج۳)

عہ تذکرہ الصوفیۃ کثیرا: وھو فی رسالۃ القشیری بلفظ لی وقت لا یسعنی فیه غیر ربی، ویقرب منه ما رواہ الترمذی فی شمائله وابن راھویۃ فی مسندہ عن علی فی حدیث کان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا اتی منزله جزا دخوله ثلاثة اجزاء جزءاً للہ وجزءاً لاھله وجزءاً لنفسه ثم جزا جزأہ بینه وبین الناس کذا فی اللآلی۔ وقال القاری بعد ایرادہ الحدیث وقال القاری وفیه ایماء الی مقام الاستغراق باللقاء المعبر عنه بالسکر والمحو والفناء۔ انتھی۔
(کشف الخفاء ومزیل الالباس عما اشتہر من الاحادیث علی السنۃ الناس للمفسر المحدث الشیخ اسمٰعیل بن محمد العجلونی الجراحی المتوفی ۱۱۶۲ھ)

۹ عالم کا وظیفہ ہے کہ کسی شیخ کامل سے اصلاحی تعلق ضرور پیدا کرے

عالم کے لئے ضروری ہے کہ کسی مرشد کامل سے اصلاحی تعلق ضرور پیدا کرے اسلئے کہ تزکیۂ نفس اور تطہیر قلب بغیر کسی کو اپنے اوپر حاکم بنائے اور اسکی تابعداری کئے نہایت دشوار ہے۔ جیساکہ ترصیع الجواہر میں ہے کہ علامہ شعرانیؒ نے اپنی کتاب المنن میں اپنے مشائخ طریق کا ذکر کرنے کے بعد تحریر فرمایا کہ میں نے تحقیق کے ساتھ اس بات کو سمجھ لیا ہے کہ انسان اگرچہ علم میں کتنے ہی مرتبہ کو کیوں نہ پہنچ جائے طریق عمل میں دستگیری اور رہنمائی کیلئے اسکو کسی شیخ عارف کامل کی ضرورت یقینی ہے۔

جیساکہ امام غزالیؒ و شیخ عز الدین ابن عبد السلامؒ اور علامہ یافعیؒ وغیرہم ارباب علم و فضل کو بھی بالآخر اسکی ضرورت محسوس ہوئی۔ اسلئے کہ جب امراض بدنیہ جس کیلئے کچھ ظاہری علامات بھی ہوتی ہیں مثلاً حرارت (گرمی) برودت (ٹھنڈک) وغیرہ۔ ان کا علاج جب بغیر کسی طبیب حاذق کی تجویز کے جو کہ فن طب کا عالم ہونے کے ساتھ ساتھ اس میں عملی تجربہ بھی رکھتا ہو مفید نہیں ہوتا تو امراض قلوب کی علاج کی نزاکت کا تو پوچھنا ہی کیا ہے۔ یعنی اسکے علاج کے لئے روحانی طبیب کی ضرورت یقینی ہوگی۔

نیز قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتیؒ جو مسلم محدث، مفسر اور صوفی ہیں وہ ضرورت صحبت پر کلام کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ۔ بے شمار لوگوں کی جماعت جس کا جھوٹ پر متفق ہونا عقل محال سمجھتی ہے۔ اور وہ جماعت اس قسم کی ہے کہ اسکا ہر فرد

بہ سبب اپنے تقویٰ اور علم کے ایسا درجہ رکھتا ہے کہ اس پر جھوٹ کی تہمت لگانا جائز نہیں ہے۔ ایسی جماعت تحریرًا، تقریرًا خبر دیتی ہے کہ ہم کو مشائخ کی صحبت سے جن کا سلسلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے عقائد اور فقہ کے سوا جن سے وہ ان کی صحبت سے پیشتر بہرہ ور تھے باطن میں ایک نئی حالت پیدا ہو گئی ہے۔ اسی حاصل شدہ حالت سے ان کے دل میں خدا سے اور خدا کے دوستوں سے محبت اور اعمال صالحہ کا شوق اور نیکیوں کی توفیق پیدا ہوئی اور سچے اعتقادات اور زیادہ راسخ ہو گئے ہیں۔

نیز قاضی صاحبؒ ہی نے "مالابد منہ" میں تحریر فرمایا ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے نور باطن کو بزرگوں کے سینہ سے حاصل کرنا چاہئے اور اس نور سے اپنے سینہ کو روشن کرنا چاہئے۔ تاکہ ہر خیر و شر فراست کے ذریعہ معلوم ہو سکے۔

چنانچہ خود حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتیؒ جو حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے خاص شاگرد تھے وہ بھی نسبت مع اللہ کی تحصیل کے لئے حضرت مرزا مظہر جانجاناںؒ کی خدمت میں گئے اور باطنی دولت حاصل کی۔ اسیطرح حضرت مولانا اسمٰعیل شہید اور مولانا عبدالحی صاحب بڈھانویؒ وغیرہما نے اعلیٰ علمی قابلیت رکھنے کے باوجود حضرت سید احمد صاحب بریلویؒ (جو کہ اصطلاحی عالم بھی نہ تھے) اسی نسبت مع اللہ کی تحصیل کیلئے ان کی خدمت میں گئے اور ان سے بیعت ہوئے۔ اسی طرح حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ مولانا رشید احمد گنگوہیؒ حضرت مولانا محمد حسین الٰہ آبادی، حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی وغیرہم حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ سے بیعت ہوئے۔ جبکہ آپ بھی اصطلاحی عالم نہ تھے۔ ان سے نسبت باطنی حاصل کیا۔ اور طریق

کی خوب ہی خوب خدمت انجام دی اور کتنوں کو صاحبِ نسبت بنادیا۔

نیز حضرت علامہ ابن تیمیہؒ اصلاحِ باطن کیلئے شیخ کی ضرورت کے سلسلے میں یوں رقمطراز ہیں

واما انتساب الطائفة الى شيخ معين فلا ريب ان الناس يحتاجون من يتلقون عنه الايمان والقرآن كما تلقى الصحابة ذالك عن النبي صلى الله عليه وسلم وتلقاه عنهم التابعون وبذالك يحصل اتباع السابقين الاولين باحسان فكما ان المرء له من يعلمه القرآن ونحوه فكذالك له من يعلمه الدين الباطن والظاهر۔

رہا کسی جماعت کا کسی متعین شیخ کی طرف منسوب ہونا۔ تو اسمیں کوئی شک نہیں کہ لوگ ایسی شخصیت کے محتاج ہیں جس سے ایمان اور قرآن کو حاصل کریں۔ جیساکہ صحابۂ کرام رضوان اللہ اجمعین نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کیا۔ اوران سے حضرات تابعینؒ نے حاصل کیا۔ یہی وہ چیز ہے جس کے ذریعہ سابقین اولین بالاحسان کا اتباع حاصل ہو سکتا ہے۔ چنانچہ جس طرح آدمی کے لئے ایسے شخص سے تعلق ضروری ہے جو اسکو قرآن کا علم سکھلائے اسی طرح اس کو ایسے شخص کی بھی ضرورت ہے جو اسکو ظاہری و باطنی دین سکھلائے۔

(موقف ائمۃ الحرکۃ السلفیہ ص۲۳۲
از اقوال سلف حصہ پنجم)

۱۰ عالم کا وظیفہ ہے کہ قال کے ساتھ حال بھی پیدا کرے

عالم کے لئے ضروری ہے کہ صرف قال پر اکتفا نہ کرے بلکہ اسکو صاحب حال ہونا چاہیئے ۔ اسی لئے حضرت مولانا حکیم الامت اشرف علی تھانویؒ حال کے متعلق یوں فرماتے ہیں ۔ صاحبو! حال پیدا کرو ۔ بدون حال کے کام نہیں چل سکتا گو حال مقصود نہیں ۔ بلکہ مقصود تو اعمال ہیں ۔ اگر بدون حال کے بھی آدمی عمل پر جمار ہے تو کامیاب ہو جائے گا ۔ مگر تجربہ یہ ہے کہ بدون حال کے جمار ہنا اور استقامت دشوار ہے ۔ بغیر طریق حالی کے ہوائے نفس کا غلبہ رہتا ہے محض عمل سے نفس نہیں دبتا ۔ بلکہ غلبۂ حال ہی سے دبتا ہے اور حال پیدا ہوتا ہے (ان تین چیزوں پر عمل سے) الف) دوام عمل (ب) کسی قدر ذکر (ج) محبت کاملین

میں دعویٰ کرتا ہوں کہ ان تین چیزوں کو اختیار کر لو انشاء اللہ حال پیدا ہو جائے گا ۔ پھر ضرورت ہے ابقاء (باقی رکھنا ۱۲) کی پھر ترقی کر کے یہی حال مقام ہو جاتا ہے ۔

مولانا رومؒ نے بھی حال پیدا کرنے کا طریقہ مرد کامل کے سامنے اپنے کو جھکانے بلکہ مٹا نے ہی کو فرمایا ہے ۔ چنانچہ انہیں کا یہ شعر ہے ۔

؎ قال را بگذار مرد حال شو   پیش مردے کاملے پامال شو ۔

یعنی قال کو چھوڑ و اور صاحب حال بن جاؤ ۔ جسکا طریقہ یہ ہے کہ کسی شیخ کامل کے سامنے اپنے کو مٹاؤ ۔

اسی حال ہی کی طرف توجہ دلانے کیلئے شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کے والد ماجد نے ان کو یہ نصیحت فرمائی کہ ملائے خشک و ناہموار نباشی یعنی پھیکا پھاکا ملا نہ بننا ۔ بلکہ زبانی و رسمی علم کے ساتھ ساتھ روحانی و باطنی

دولت ونسبت بھی حاصل کرنا۔

شیخ اکبر نے بھی فرمایا ہے کہ۔ شیخ جب کہ صاحب ذوق نہ ہو اور طریق کو محض کتب تصوف دیکھ کر یا لوگوں سے سن کر حاصل کیا ہو اور وجاہت وریاست کیلئے مریدوں کی اصلاح وتربیت کرنے بیٹھ گیا ہو تو وہ مرید کیلئے مہلک ہے۔ اسلئے کہ وہ طالب سالک کے مصدر ومورد اور تغیر حالات کو نہیں سمجھتا۔

اسلئے شیخ کو ضروری ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا سا دین اور اطباء کی تدبیر اور بادشاہوں کی سی سیاست حاصل ہو اس وقت اس کو استاد وشیخ کہا جاسکتا ہے۔ (آداب الشیخ والمرید)

ف: اس سے معلوم ہوا کہ شیخ کیلئے ذوق وحال کی ضرورت ہے نیز اس کیلئے کمال دین اور تدبیر وسیاست سے متصف ہونا بھی ضروری ہے تاکہ وہ مریدین کی صحیح طور سے اصلاح وتربیت کرسکے۔ (مرتب)

۱۱ عالم کا وظیفہ ہے کہ جاہ وشہرت کا طالب نہ ہو

یعنی عالم کیلئے ضروری ہے کہ اپنے علم وعمل، وعظ ونصیحت سے مخلوق کے نزدیک جاہ وشہرت کا طالب نہ ہو۔ اسلئے کہ یہ اخلاص کے خلاف ہے۔ چنانچہ ایک شخص نے یہ حدیث سنی۔

من اخلص للہ اربعین صباحًا جرت علی لسانہ ینابیع الحکمۃ۔ (موافقات)

جو چالیس دن اللہ کیلئے اخلاص سے عبادت کریگا تو اسکی زبان پر حکمت کے چشمے جاری ہو جائیں گے۔

تو اس نے چالیس دن تک عبادت کی مگر حکمت کے چشمے جاری نہ

ہوئے تو اس نے کسی عارف سے اسکے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ تم نے اخلاص سے اللہ کیلئے عبادت نہ کی بلکہ حکمت کے چشموں کو جاری ہونے کیلئے عبادت کی اسلئے چشمے جاری نہ ہوئے۔ اہل اللہ کا تو یہ حال ہوتا ہے۔

؎ ندارند چشم از خلائق پسند ۔ کہ ایشاں پسندیدۂ حق بسند (بوستاں)

یعنی اہل اللہ مخلوق سے قبولیت و پسندیدگی کی خواہش نہیں رکھتے بلکہ ان کے لئے اللہ کا محبوب و پسندیدہ ہونا ہی کافی ہے۔

مقام کے مناسب حضرت ام المؤمنین عائشہ رضؓ کی نصیحت جو حضرت معاویہؓ کو فرمائی ہے اسکو نقل کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ حضرت معاویہؓ نے حضرت ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضؓ کے پاس لکھا کہ مجھے کوئی نصیحت فرمائیے تو حضرت عائشہؓ نے لکھا سلام علیک اما بعد! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا مخلوق کو ناراض کر کے طلب کریگا تو اللہ تعالیٰ اسکو مخلوق کے شر سے محفوظ رکھے گا۔ اور جو شخص اللہ تعالیٰ کو ناراض کر کے مخلوق کو راضی کرنا چاہے گا۔ تو اللہ تعالیٰ اسکو اسی مخلوق کے سپرد فرمادیں گے (یعنی اپنی حفاظت اس کے سر سے اٹھالیں گے تو ایسے شخص کی ہلاکت میں کیا دیر ہوگی)

اور طحطاوی علی المراقی صـ ۸ پر حضرت عائشہؓ کی روایت یوں نقل کی گئی ہے کہ جو شخص مخلوق کی رضا اللہ تعالیٰ کو ناراض کر کے چاہے گا تو اللہ تعالیٰ تو ناراض ہو ہی جائینگے مخلوق کو بھی ناراض کردیں گے۔ اور جو لوگ اس کی مدح کرتے تھے وہی اسکی مذمت کرنے لگیں گے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ

لہٰذا عالم دین کا عمل تو اس حدیث پاک پر ہونا چاہیئے۔

عن علی رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نعم الرجل الفقیہ فی الدین ان احتیج الیہ نفع وان استغنی عنہ اغنی نفسہ۔ (رواہ رزین)	حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ وہ بہت ہی خوب آدمی ہے جو فقہ فی الدین سے مشرف ہے۔ اگر اسکی طرف لوگ حاجت لے جائیں تو ان کو نفع پہونچائے اور اگر اس سے لوگ استغناء برتیں تو ان سے مستغنی ولاپرواہ ہو جائے۔

اس حدیث کی شرح حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے اشعۃ اللمعات میں کیا ہی خوب فرمائی ہے جو درج ذیل ہے۔

حاصل معنی یہ ہے کہ عالم دین کو ایسا ہونا چاہئے کہ اپنے آپ کو لوگوں کا محتاج نہ کرے۔ اور لوگوں سے میل جول کا خواہش مند نہ ہو۔ اور ان سے کسی قسم کے نفع کی امید نہ رکھے۔ تاہم لوگوں سے بالکل علیحدگی بھی اختیار نہ کرے اور اپنے علم سے لوگوں کو محروم نہ رکھے۔ بلکہ اگر لوگ اس کے علم کے محتاج ہوں اور کوئی دوسرا عالم وہاں موجود نہیں ہے تو لوگوں کو اپنے علم سے مستفید کرتا رہے اور اگر لوگوں کو اس کی ضرورت نہ ہو تو اس صورت میں وہ اللہ کی عبادت اور دینی کتابوں کے مطالعہ اور تصنیف وتالیف اور علم دین کی تبلیغ اور نشر واشاعت میں مصروف رہے۔ (اشعۃ اللمعات ص ۵۱۳ ج ۱)

ف ۔ دینی کتب کی تصنیف وتالیف بھی نہایت ضروری خدمت دین ہے اسلئے کہ یہ علمی دور ہے اس میں غیر مسلم بھی کتابوں کا مطالعہ کرتے ہیں تو یہ دین اسلام کی حقانیت اور اسکی خصوصیات کی اشاعت کا بہترین ذریعہ ہے۔ واللہ الموفق ۔

۱۲ عالم کا وظیفہ ہے کہ امراء کی مصاحبت سے اجتناب کرے۔

عالم کے لئے ضروری ہے کہ امراء و مالداروں کی مصاحبت سے حتی الوسع اجتناب کرے اسلئے کہ ان کی مصاحبت سے حرص، طمع اور طول امل (لمبی امید ۱۲) وغیرہ جیسی بیماریاں لاحق ہو جاتی ہیں جس کی وجہ سے علم و عمل کی دولت کمتر معلوم ہونے لگتی ہے۔ اور قلبی اطمینان و سکون میں فرق آجاتا ہے۔

اسی لئے ہمارے اکابر نے ان سے مخالطت اور ان کی خدمت میں آمد و رفت سے غایت درجہ احتراز فرمایا ہے اور اپنے متعلقین کو اس سے منع فرمایا ہے۔

چنانچہ سلیمان بن ملک اموی نے ایک مرتبہ حضرت سلمہ بن دینار کو امام زہری کے ذریعہ بلانا چاہا تو آپ نے امام زہری سے فرمایا کہ اگر خلیفہ کو مجھ سے کوئی ضرورت ہے تو اسے میرے پاس آنا چاہئے اور مجھے چونکہ اس سے کوئی ضرورت نہیں اسلئے ان کے پاس کیوں جاؤں!

(رسالہ البلاغ از مولانا قاضی اطہر مبارک پوریؒ)

۱۳ عالم کا وظیفہ ہے کہ اپنے اندر اللہ تعالیٰ کی خشیت پیدا کرے۔

عالم کے لئے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خشیت اور تقویٰ سے متصف ہو، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اِنَّمَا یَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا

اور عبداللہ بن مسعودؓ کا ارشاد ہے، کہ آدمی کیلئے علم سے اتنا ہی کافی ہے کہ

اللہ تعالیٰ سے ڈرے۔ اور اسکے جہل و نادانی کیلئے اتنا بس ہے کہ اپنے عمل پر نازاں ہو۔ (اعیان الحجاج جلد ۱ مؤلفہ مولانا حبیب الرحمٰن صاحب الاعظمی رح)

مولانا گنگوہی امداد السلوک میں فرماتے ہیں کہ اگر ابلیس، بلعم بن باعوراء اور برصیصا وغیرھم کے حالات پر غور کریں کہ وہ کس درجہ کے اصحاب کمالات و کرامات تھے۔ اس کے باوجود جب انہوں نے تقویٰ کو مہمل سمجھا تو ہوا و ہوس کی اتباع کرتے کرتے خود ہوائے نفسانی بن گئے۔ اور اسفل السافلین میں گر پڑے۔ اللہ تعالیٰ اس سے بچائیں۔ کسی نے خوب کہا ہے۔

؎ لو کان فی العلم من دون التقی شرف لکان اشرف خلق اللہ ابلیس

یعنی اگر علم میں تقویٰ کے بغیر فوقیت ہوتی تو شیطان اشرف کائنات ہوتا۔ پس بشارت و خوشی ہو اس عالم متقی کیلئے جو باقی و دائم کو جان سے لگاتا ہے۔ اور فانی اور عارضی سے پہلو تہی کرتا ہے۔ (امداد السلوک)

۱۴ عالم کا وظیفہ ہے کہ فتویٰ دینے میں جلدی نہ کرے

عالم کو چاہئے کہ بغیر تحقیق کے کوئی مسئلہ نہ بتلائے اگر ذرا بھی شک ہو تو بلا تکلف لاعلمی کا اظہار کر دے۔ چنانچہ حضرت امام اعظم رح سے بہت سے سوالات کئے گئے تو اکثر کے جواب میں لا ادری فرمایا یعنی میں نہیں جانتا۔ تو ہم کم علموں کو لاعلمی کے اظہار میں کیا مضائقہ ہے

صحابۂ کرام رض کا تو یہ حال تھا کہ جب ان کے حلقہ میں کوئی استفتاء آجاتا تو ہر ایک اپنے دوسرے کے حوالے کر دیا کرتا۔ حتیٰ کہ اس طرح یکے بعد دیگرے پھر پہلے ہی شخص سے دوبارہ سوال کی نوبت آجاتی۔ تو اس کی وجہ یہی تھی کہ یہ حضرات

افتاء کے کام کو اہم سمجھتے تھے ۔ اسلئے احتیاط فرماتے تھے ۔ چنانچہ

عن ابی یوسف اذا استفتی فی مسئلة استوی ارتدی وتعمم تعظیما لامر الافتاء (طحطاوی علی الدر)

حضرت امام ابویوسفؒ کے متعلق روایت ہے کہ جب ان سے کسی مسئلہ میں استفتاء کیا جاتا تو افتاء کی اہمیت وعظمت کی بنا پر سیدھے بیٹھ جاتے اور چادر اوڑھ لیتے اور عمامہ باندھ لیتے تھے ۔

مگر افسوس کہ اب اسکی عظمت واہمیت ذہنوں سے اوجھل ہو رہی ہے جس کی وجہ سے جاہل سے جاہل آدمی فتویٰ دینے اور مسئلہ بتانے کی بلا تکلف جرأت کرتا ہے ۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ)

حضرت امام ابویوسفؒ کے خوف وخشیت کے متعلق ایک حکایت جسکو حضرت مرشدی مصلح الامتؒ نے اپنی بیاض خاص میں درج فرمایا ہے ۔ اسکو پڑھو

حکی ان ابا یوسف وقت موته قال اللهم انك تعلم انی لم امل الی احد الخصمین حتی بالقلب الا فی خصومة نصرانی مع الرشید لم استو بینهما وقضیت علی الرشید ثم بکی

حکایت کیا گیا ہے کہ امام ابویوسفؒ نے اپنی موت کے وقت اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ اے اللہ آپ کو معلوم ہے میں کبھی کسی خصم کی طرف قلب سے بھی مائل نہ ہوا مگر اس مقدمہ میں جو ایک نصرانی اور (خلیفہ) رشید کے درمیان تھا اس میں البتہ "برابری" نہ کرسکا تھا تاہم فیصلہ رشید کے خلاف ہی کیا تھا (یہ کہہ کر) امام صاحبؒ پر گریہ طاری ہو گیا ۔ (درمختار کتاب القضاء)

سنو امام صاحبؒ قاضی تھے ۔ اور منجملہ اصول قضاء کے یہ بھی ہے

فریقین میں سے کسی کی طرف برسرِ اجلاس قاضی کا میلان ظاہر نہ ہونا چاہئے۔
ظاہر ہے کہ اس اصل پر حضرت امام صاحب اپنی پوری مدت قضاء میں عامل رہے
مگر ایک مرتبہ خلیفہ رشید اور ایک نصرانی کے مقدمہ میں قلبی اعتبار سے خلیفہ کی
طرف قدرے میلان ہو گیا تھا۔ اسکے باوجود فیصلہ نصرانی ہی کے موافق فرمایا۔ تاہم
اس قلبی جھکاؤ کو جس کے وہ مکلف بھی نہ تھے۔ تادم آخر اسکو یاد رکھا۔ اور اللہ
سے عفو و مغفرت طلب فرمائی۔

ف سبحان اللہ یہ حال تھا ہمارے ائمہ کے خوف و خشیت کا جن کے ہم مقلد ہیں۔ اے
کاش کہ جس طرح ہم ان کے اقوال کی تقلید کرتے ہیں۔ ان کے احوال کی بھی تقلید
کرتے تو کیا خوب ہوتا۔ (مرتب)

۱۵ عالم کا وظیفہ ہے کہ وعظ و تقریر سے مقصد اللہ کے بندوں کو راہ حق دکھلانا ہو۔

جو عالم وعظ کہتا ہو اس کے لئے ضروری ہے کہ اس سے مقصود رضائے
الٰہی اور اللہ کے بندوں کو راہ حق دکھلانا ہو۔ یقیناً ایسا وعظ انبیاء علیہم الصلوٰۃ
والسلام کی سنت ہے۔ جیسا کہ شامی میں ہے۔

التذکیر علی المنابر للوعظ والاتعاظ سنۃ الانبیاء والمرسلین و ولریاسۃ ومال وقبول

منبروں پر بیٹھ کر لوگوں کو خدا اور آخرت کی یاد دلانا دوسروں کو نصیحت کرنے اور خود نصیحت قبول کرنے کی نیت سے ہو تو یہ نبیوں اور رسولوں کی سنت ہے اور اگر سرداری پانے یا مال کیلئے

علامة ضلالة اليهود و النصارٰی۔ یا مقبول بننے کی غرض سے ہو تو یہ یہود و نصاریٰ کی گمراہیوں میں سے ایک گمراہی ہے

اسی لئے امام غزالیؒ نے اپنے ایک شاگرد کو یوں نصیحت فرمائی ہے تم وعظ گوئی سے بچنا مگر اس وقت جبکہ تم خود پورے پورے عامل بن جاؤ۔ اور اس خطاب سے ڈرتے رہو۔ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت عیسیٰ علیہم السلام کو ہوا یا ابن مریم عظ نفسك یعنی اے مریم کے بیٹے! اپنے نفس کو پہلے نصیحت فان اتعظت فعظ الناس کرو پس جب وہ نصیحت کو قبول کرے تو لوگوں والا فاستحی منی کو نصیحت کرو ورنہ تو مجھ سے شرم کر۔

ف غور کرو کہ یہ واعظین بلکہ معلمین و مرشدین سب کیلئے کسقدر مؤثر اللہ جل شانہٗ کا وعظ ہے۔ واللہ الموفق

۱۶ عالم کا وظیفہ ہے کہ وہ خود علم کا ادب کرے۔

یعنی معلم کو خود اپنے علم دین کا خوب ہی خوب ادب کرنا چاہیئے تاکہ اسکا اثر اس کے شاگردوں پر پڑے۔ اور وہ لوگ بھی علم کا ادب کریں۔

چنانچہ حضرت امام مالکؒ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں کا بہت ادب فرماتے تھے۔ اسلئے درس حدیث کے وقت کبھی زانو کو بدلتے نہ تھے یعنی جس ہیئت پر ابتدا میں بیٹھتے تھے اسی حالت پر آخر تک رہتے تھے۔ تمام عمر مدینہ کے حرم میں آپ نے قضاء حاجت نہ کی بلکہ حرم کے باہر تشریف لے جاتے تھے البتہ بیماری کی حالت میں مجبوری تھی۔

آپ جب حدیث سنانے کیلئے بیٹھتے تو آپ کے لئے ایک

چوکی بچھائی جاتی آپ عمدہ کپڑے پہن کر خوشبو لگا کر حجرے سے باہر نہایت عجز و انکساری کے ساتھ آکر اس پر بیٹھ جاتے اور حدیث پاک سناتے۔ اور جب تک اس مجلس میں حدیث کا ذکر رہتا تھا مجمر یعنی انگیٹھی میں عود و لوبان وغیرہ ڈلتے رہتے تھے۔ نیز مروی ہے کہ امام صاحبؒ ایک مرتبہ حدیث کی روایت فرما رہے تھے کہ ایک بچھو نے شاید دس مرتبہ ڈنک مارا مگر امام صاحبؒ نے روایت حدیث کو منقطع نہ فرمایا اور نہ آپ کے کلام میں کسی قسم کی لغزش ہوئی جب مجلس ختم ہوئی تو شاگردوں کے دریافت کرنے پر واقعہ بیان فرمایا۔

اور یہ بھی فرمایا کہ میرا اس قدر صبر کرنا اپنی طاقت کی بناء پر نہ تھا بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پاک کے ادب و احترام کی بناء پر تھا۔

(ماخوذ از بستان المحدثین مولانا عبدالعزیزؒ)

۱۷ عالم کا وظیفہ ہے کہ طلبہ کو سمجھانے کیلئے خود بھی محنت کرے

یعنی پڑھانے سے پہلے خود مطالعہ کا اہتمام کرے اور طلبہ کو سمجھانے کے لئے آسان طریقہ اختیار کرے چنانچہ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے ارشاد فرمایا کہ استاد کو چاہیئے کہ پڑھانے میں مندرجہ ذیل باتوں کا خیال رکھے۔

ا پہلی بات تو یہ ہے کہ جو مضمون پڑھائے اس میں خود خوب محنت کر کے اسکو آسان ترین صورت میں شاگردوں کے سامنے پیش کرے

ب پیچیدہ مقام کو پہلے بہت ہی آسان پیرایہ میں سمجھائے جب بات ذہن

نشین ہو جائے تو اصطلاحی تعارف کرائے۔

ج طلبہ کے سامنے ضرورت سے زائد تقریر نہ کیجائے۔ اور محض اپنی قابلیت کے اظہار کیلئے زائد از ضرورت معلومات پیش کر کے اصل مطلب کو نہ الجھا دیا جائے۔

ف سبحان اللہ حضرت حکیم الامتؒ اصلاح و تربیت ہی کے سلسلہ میں مہارت نہیں رکھتے تھے بلکہ درس و تدریس کے بھی کتنے عمدہ اصول زرین بیان فرمائے جو لائحۂ عمل بنائے جانے کے لائق ہیں پس اگر ان اصول کی رعایت کے ساتھ پڑھایا جائے تو انشاء اللہ طلبہ کیلئے سبق کا سمجھنا آسان ہو جائے۔ مرتب

۱۸ عالم کا وظیفہ ہے کہ طلبہ کی صلاحیت معلوم کر کے ان کو پڑھنے میں لگائے

یعنی معلم کیلئے ضروری ہے کہ طلبہ کی صلاحیت کا خود اندازہ لگا کر پڑھنے میں لگائیں۔ مثلاً اگر حافظہ کمزور ہے تو اس پر حفظ قرآن کا بار نہ ڈالیں۔ بلکہ اسکو فارسی عربی کی تعلیم دیں بلکہ اگر اس میں بھی چلنا مشکل معلوم ہو تو اردو میں ضروری دینی مسائل پڑھا دیئے جائیں اسلئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم —— یعنی طلب علم ہر مسلمان (بقدر ضرورت) پر فرض ہے پس اسکے لئے عربی فارسی میں پڑھنا ضروری نہیں۔ اردو یا جو زبان جسکی ہو اس میں دینی مسائل کو سیکھ لیا تو علم دین حاصل کرنے کا فریضہ ادا ہو گیا۔

اسیطرح عربی کے طلبہ میں بھی اگر منطق فلسفہ (معقولات) پڑھنے سے

مناسبت یا صلاحیت نہ ہو تو پھر قرآن و حدیث و فقہ یعنی منقولات کی تعلیم دینے پر اکتفاء کریں۔

جیسا کہ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں کہ کسی طالب علم کو اسکی مناسبت و دلچسپی کے خلاف علم سیکھنے پر مجبور نہ کیا جائے۔ اور نہ ہی اسکو اسکی وجہ سے سند سے محروم کیا جائے مثلاً اگر کوئی طالب علم معقولات نہ پڑھے محض دینیات پڑھے تو اسکو سند ضرور دی جائے۔ اور سند میں بجائے درسیات کے دینیات لکھا جائے۔ انتہیٰ

ف سبحان اللہ یہ بھی کتنی بصیرت و حکمت کی بات ارشاد فرمائی اس لئے کہ اس سے طالب علم کو تسلی ہوگی اور وہ بھی اپنی علمی ذمہ داری کو محسوس کریگا ورنہ تو ممکن ہے کہ اپنے کو عالم نہ سمجھ کر اس سلسلۂ تعلیم کو ہی خیر باد کہدے اور آزاد ہو کر گھومے ظاہر ہے کہ یہ کتنا بڑا خسران و نقصان ہے۔ (مرتب)

۱۹ عالم کا وظیفہ ہے کہ علم کو اسکے اہل کو سپرد کرے

یعنی معلم کا وظیفہ ہے کہ کمال علم کیلئے اسکے اہل کا انتخاب کرے تاکہ کتاب و سنت کا علم ضائع نہ ہو اور علماء ذلیل اور رسوا نہ ہوں چنانچہ ابن ماجہ میں ہے کہ

عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال لو ان اهل العلم صانوا العلم ووضعوه عند اهله لسادوا به اهل زمانهم ولكنهم

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ اگر علماء علم کی حفاظت کرتے اور اس کو اس کے اہل ہی کو سپرد کرتے تو اسکی وجہ سے اہل زمانہ کے سردار ہو جاتے مگر ان لوگوں نے علم کو اہل دنیا پر صرف کیا تاکہ ان سے مال و دولت

بذلوہ لاھل الدنیا لینالوا بہ حاصل کریں جسکی وجہ سے دنیاداروں کے نزدیک
من دنیاھم فھانوا علیھم (ابن ماجہ ۲۳) ذلیل ورسوا ہو گئے۔

ف۔ غور کرنے کی بات ہے کہ حضرت عبداللہ جیسے جلیل القدر صحابی اپنے زمانۂ خیر القرون کے اہل علم کا یہ حال بیان فرمارہے ہیں تو پھر اس زمانۂ شر القرون کا کیا حال ہوگا اللہ ہی حافظ ہے۔ مرتب

۲۰ عالم کا وظیفہ ہے کہ جو طالب علم عمل نہ کرے اس کو نہ پڑھائے۔

یعنی علم تو دراصل عمل کے لئے ہے پس اگر کوئی طالب علم علم پر عمل نہیں کرتا تو اسکو پڑھانا بیکار ہے اسلئے کہ وہ اللہ کے مخلوق کیلئے رہبر نہیں بلکہ رہزن ثابت ہوگا۔ چنانچہ حدیث شریف ہے کہ

عن انس بن مالک رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم وواضع العلم عند غیر اھلہ کمقلد الخنازیر الجوھر واللؤلؤ و الذھب۔ (ابن ماجہ وغیرہ)

حضرت انس بن مالک رض سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علم کا طلب کرنا فرض ہے اور علم کا غیر اہل کو سپرد کرنے والا ایسا ہے جیسے کہ خنزیروں (سوروں ۱۲) کو جواہرات اور موتیوں اور سونے کا ہار پہنانے والا۔

ف یعنی جس طرح خنزیر کی گردن میں موتیوں کا ہار پہنانا انتہائی ناقدری کی بات ہے اسی طرح علم دین جیسی عظیم نعمت کو نااہل کو سپرد کرنا نہایت قبیح فعل ہے

چنانچہ علامہ شعرانیؒ الدُرُّ المنضود میں یُوں تحریر فرماتے ہیں کہ ہم سے عہد لیا گیا ہے کہ جس طالب علم میں کوتاہی عمل کی بو بھی ہم کو معلوم ہو تو اسکو پڑھانے سے رُک جائیں اسلئے کہ بے عمل کو علم پڑھانے سے بجز اسکے کہ حجت الٰہی اس پر قائم ہو جائے اور کوئی ثمرہ نہیں ہے اس کی مثال اس شخص جیسی ہے. جو شور زمین (کھاری زمین) میں تخم (بیج) بوتا ہے۔

ہمارے شیخ علیہ الرحمہ فرمایا کرتے تھے بدعمل کو علم سکھلانا ایسا ہے جیسے کہ درخت حنظل (کڑوا درخت) کو پانی دینا کہ جس قدر سبز ہو گا اسی قدر کڑوا ہو گا اسیطرح جس شخص نے علم کو عمل کیلئے نہ حاصل کیا تو جس قدر اس کا علم بڑھیگا اسی قدر اس میں بُرائیاں بھی بڑھیں گی۔

اس کے بعد علامہ شعرانیؒ طلبہ کی بہت سی بے عملیوں کو شمار کر کے فرماتے ہیں کہ یاد رکھو! کہ علم کے لئے کوئی ایسی حد مقرر نہیں کہ وہاں پہنچ کر انسان عمل کی طرف رجوع کرے۔ یعنی علم کے ساتھ ہی ساتھ عمل کرنا چاہئے علم سے فراغت کا انتظار نہ کرنا چاہئے اسلئے کہ علم کی کوئی حد نہیں۔

فضیل بن عیاضؒ کا ارشاد ہے کہ علم کے ساتھ اگر نیت بھی خالص ہو تو کوئی عمل اس سے افضل اور اس پر مقدم نہیں مگر اب تو عمل کے سوا دوسرے مقاصد دنیویہ کیلئے علم حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

ایک بار ایک عالم آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ مجھے کچھ نصیحت فرمائیے تو آپ نے فرمایا کہ اے جماعت علماء! تم چراغ (ہدایت) تھے تمہاری روشنی روئے زمین پر پھیل جاتی تھی مگر (اب خود) تمہارے ہی اوپر اندھیرا چھا گیا ہے تم ستاروں کے مانند تھے کہ تمہارے ذریعہ سے جہل کی تاریکیوں میں

راستہ ملتا تھا مگر (اب) تم تو خود (راستہ کھول کر) حیرت میں پڑ گئے ہو جس
کسی کو دیکھو حاکموں اور مالداروں کے یہاں جارہا ہے۔ ان کے تخت اور فرش
پر بیٹھ کر ان کا کھانا کھاتا ہے، حالانکہ جانتا ہے کہ یہ کہاں سے (اور کس طریقہ سے)
کماتا ہے اس کے بعد مسجد میں آتا ہے اور بیٹھ کر علم کی تعلیم دیتا ہے اور لوگوں
کو نصیحت کرتا ہے اور کہتا ہے۔ حدثنی فلانُ بنُ فلانٍ۔ خدا کی قسم علم حاصل کرنا
ان باتوں کیلئے نہیں ہوا کرتا اور یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ جب تم کسی عالم یا عابد میں
یہ بات دیکھو کہ وہ امراء اور اغنیاء کی مجالس میں اپنے تقویٰ اور زہد و بزرگی کا
تذکرہ ہونا پسند کرتا ہے تو سمجھ جاؤ کہ وہ ریاکار ہے اور یہ بھی فرماتے تھے کہ جب
تم طالب علم کو ایسا دیکھو کہ جس قدر اس کے علم میں ترقی ہوتی جاتی ہے اسی قدر
دنیا سے بے رغبتی اور نماز میں خشوع و خضوع بڑھتا جاتا ہے تو اس کو پڑھاؤ۔
(اور ضرور تعلیم دو) اور اگر یہ دیکھو کہ جتنا علم بڑھتا ہے اسی قدر قیل و قال
و بحث و مباحثہ میں ترقی کرتا ہے اور دنیا کی طرف اس کی رغبت بڑھتی جارہی
ہے تو اس کو تعلیم مت دو۔

ف سبحان اللہ کتنا صحیح معیار ہے کاش کہ آج بھی معلمین اس معیار کو ملحوظ رکھتے
تو کیا ہی خوب ہوتا۔ (قمر الزمان)

اور حسن بصریؒ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ جب کوئی عالم دنیا کو
عزیز سمجھتا ہے حق تعالیٰ اسکو دنیا و آخرت دونوں میں ضرور ذلیل کر دیتے ہیں
یہ بھی ارشاد فرماتے تھے کہ علماء کا تقویٰ حرام مال اور شہواتِ نفس سے بچنے میں ہے
کیونکہ جو گناہ عوام کے نزدیک کھلے ظاہر ہیں ان سے تو یہ لوگ (بدنامی اور رسوائی کے
خوف سے) اکثر بچتے ہی رہتے ہیں۔

اور حضرت امام ابو حنیفہؒ سے کسی نے سوال کیا کہ بیہودہ لوگ کون ہیں؟ فرمایا کہ وہ لوگ جو اپنے علم کے ذریعہ سے دنیا کھاتے ہیں اور امام احمدؒ فرمایا کرتے تھے کہ میں عالم کا مخلص نہ ہونا اس سے پہچانتا ہوں کہ دنیا والوں کی زیادہ خوشامد کرے اور اگر وہ کہیں چلے جائیں تو ان کے پاس سلام بھیجتا ہے اور غریبوں اور فقیروں کے ساتھ ایسا برتاؤ نہ کرے۔

اس عہد کے شروع میں جو ہم نے کہا ہے کہ جو طالب علم عمل کا اہتمام نہ کرتا ہو اس کی تعلیم سے ہم کو رک جانا چاہئے تو اس سے وہ صورت خود ہی نکل گئی کہ جب طالب علم میں اخلاص و عمل کی ذرا بھی بو محسوس ہو ایسے شخص کو ہمیں ضرور پڑھانا چاہئے بلکہ اسکی تعلیم کو اپنے تمام اوراد و نوافل پر مقدم کرنا چاہئے کیونکہ نوافل کا اثر تو اسکے ادا کرنے والوں ہی تک رہتا ہے (اور تعلیم کا اثر تو بہت دور تک پہنچتا ہے) نیز اسلئے بھی کہ علم سے دین کی حیات اور بقاء ہے اور ہر زمانہ میں ہمیشہ علماء کی ایک جماعت قدم اخلاص پر جمی ہوئی ضرور ہوتی ہے۔ جن کے ذریعہ سے حق تعالیٰ اس شریعت کو زندہ کرتے رہتے ہیں۔ جب تک کہ حق تعالیٰ کا (دوسرا) حکم آوے (یعنی قیامت کے قریب جبکہ علم اٹھ جائے گا اس وقت تو مخلصین نہ رہیں گے باقی اس سے پہلے ہر زمانہ میں مخلصین ضرور موجود رہیں گے) پس یہ کہنے کی کسی کو گنجائش نہیں رہی کہ اگر ان بیہودہ لوگوں کی تعلیم سے ہاتھ روک لیا جاوے۔ جو اپنے علم کے موافق عمل نہیں کرتے تو علم کا نام و نشان مٹ جائیگا کیونکہ ہم اسکا یہ جواب دینگے کہ مخلصین ہر زمانہ میں موجود رہیں گے، انکے ہوتے ہوئے علم کا نام و نشان نہیں مٹ سکتا۔ واللہ علیم حکیم۔ ؏ (الدر المنضود للعلامہ شعرانیؒ)

ف۔ علم کے سلسلہ میں سلف صالحین کے یہ کتنے مؤثر و مفید ارشادات ہیں جو ہم سب کیلئے حرز جان اور لائحہ عمل بنائے جانے کے لائق ہیں اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ مرتب

۲۱ عالم کا وظیفہ ہے کہ مدارس دینیہ کو فساد سے بچائے

یعنی عالم کیلئے ضروری ہے کہ دینی مدرسوں اور اسلامی اداروں کو فساد وضلال کی آماجگاہ نہ بننے دے۔ ورنہ تو ہمارے مدارس دینیہ اور مراکز اسلامیہ کا وہی حال ہو جائے گا جس کی شکایت حضرت شیخ علی محفوظ مصری رحمہ اللہ ان الفاظ میں فرما رہے ہیں:۔

ومن البدع المذمومة التهاون بامور الدين حتى اصبح الوسط مختلا والمدرسة الاجتماعية اليوم تعلم النشأ فنون الفساد وضروب الضلال (ومن شب على شئ شاب عليه) فاستعصى الداء على المرشدين ولم يفلحوا في تقويم المعوج من اخلاق الامة وتطهيرها من درن	اور بدعات مذمومہ میں سے ایک یہ بھی ہے کہ امور دین کی ادائیگی میں کوتاہی واقع ہو رہی ہے یہاں تک کہ ہمارے مراکز خلل پذیر ہو گئے اور مدارس آجکل نئی پود کو طرح طرح کے فساد وضلال کی باتیں سکھلا رہے ہیں اور یہ قاعدہ ہے کہ جس حال پر آدمی جوان ہوتا ہے اسی پر بوڑھا بھی ہوتا ہے (پس نئی نسل کے متعلق خود ہی معلوم کرلیں کہ آگے ان کا کیا حال ہوگا۔) لہٰذا مرشدین پر اس مرض کا علاج دشوار ہو گیا اور یہ حضرات جب امت کی کج خلقی اور ان کے رذائل کے میل کچیل کو دور کرنے پر قادر نہ ہو سکے

الرذائل حتی استولی علیهم	توان پر ان کی اصلاح سے ناامیدی غالب ہوگئی
الیأس من الاصلاح فاهملوا	اس لئے انھوں نے امت کی نصیحت اور ان کو دینی امور
نصح الامة وتعلیمها امر	کی تعلیم ہی کو ترک کر دیا۔
دینها۔ (الابداع ص۱۶)	العیاذ باللہ تعالےٰ۔

انہیں عام بدعات مذمومہ میں سے یہ بھی ہے کہ خواص یعنی علماء و طلباء سنن و مندوبات کی ادائیگی میں کوتاہی کرتے ہیں۔ جیسے نماز اوقات مستحبہ میں پڑھنا اور جماعت کیلئے مساجد میں حاضر ہونا صف اوّل میں پہنچنے کی حرص کرنا، صفوف کو درست کرنا سنت مؤکدہ ادا کرنا۔ اور چاشت و (اشراق) وخسوف وکسوف کی نماز ادا کرنا وغیرہ۔ اور بسا اوقات طلبہ کے سامنے نماز جماعت سے ہوتی رہتی ہے مگر یہ لوگ اس سے اعراض کرتے ہیں اور اخیر وقت میں تنہا پڑھ لیتے ہیں۔ اور بسا اوقات دیندار علماء کے دیکھنے اور سننے میں خسوف وکسوف کا واقعہ پیش آتا ہے مگر ان کو نماز و دعا کا ذرا اہتمام نہیں ہوتا نہ تو تنہا اور نہ جماعتی طور پر۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا یہ لوگ ان خوفناک وہولناک حوادث سے مامون ہو گئے ہیں جس سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ڈراتے ہیں اور ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ ان لوگوں کو یہ گمان ہو گیا ہے کہ ہم کو عند اللہ اتنا بڑا درجہ و مقام حاصل ہو گیا ہے کہ وہ باتیں جن کا وہ دوسروں کو حکم دیتے ہیں ان پر خود عمل نہ کرنے سے ان پر کوئی ضرر کا اثر نہ ہوگا۔ مگر ان لوگوں نے یہ نہ جانا کہ سنت کو ضائع کرنا گویا فرائض کے ترک کی علامت ہے اور یہ کہ ترک سنت بدعت کی طرف داعی ہے جیسا کہ رسالہ قشیریہ میں بعض عارفین سے منقول ہے کہ نہیں ضائع کیا کسی نے کوئی فریضہ مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اسکو اضاعت سنن میں مبتلا کر دینگے اور نہیں مبتلا ہوا

کوئی شخص تضییع سنت میں مگر قریب ہے کہ بدعت میں مبتلا ہو جائے۔ (الابداع ص۲۱)

ف ظاہر ہے کہ یہ حال صرف مصر کے مدارس کا نہیں ہے بلکہ ہمارے ھندوستان پاکستان کے مدارس کا بھی ہے بلکہ کچھ زیادہ ہی خراب ہے۔ اللہ اصلاح فرمائے آمین

اس مضمون کی اھمیت کیلئے یہ کافی ہے کہ حضرت مصلح الامت مولانا شاہ وصی اللہ صاحبؒ نے اصل کتاب سے اسکی عربی عبارت نقل کر کے حضرت العلامہ مولانا ابراہیم صاحب بلیاوی صدر مدرس دار العلوم دیوبند کی خدمت میں بھیجا تھا اور اہل مدرسہ کو سنانے کی فرمائش کی تھی جس کو حضرت العلامہؒ نے سنایا بھی تھا اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق مرحمت فرمائے آمین۔

۲۲ جو عالم مسند دعوت و مشیخت پر فائز ہو اسکا وظیفہ ہے کہ طریقۂ سنت اختیار کرے۔

جو عالم دعوت الی اللہ کی خدمت انجام دیتا ہو اور اصلاح و تربیت کی مسند پر فائز ہو تو اسکو انبیاء علیہم السلام کا طریقہ اختیار کرنا چاہئے اسلئے کہ اس مقام میں وہ اصل اور مستقل نہیں ہے بلکہ انبیاء علیہم السلام کا نائب اور پیرو ہے۔

چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ تفہیمات میں فرماتے ہیں کہ جو شخص اللہ کی طرف دعوت دینے کیلئے کمر بستہ ہو اور لوگ اسکی طرف متوجہ ہوں تو اسکو وہی کام کرنا چاہئے جو حضرات انبیاء علیہم السلام نے کیا ہے اسلئے کہ یہ شخص اس مقام میں ان حضرات کا مقلد و پیرو ہے۔

لہٰذا اسکو ان پانچ خصلتوں کو اختیار کرنا ضروری ہے۔ وہ یہ ہیں۔

اوّل علوم دینیہ کی تعلیم دینا دوم امر بالمعروف و نہی عن المنکر رفق نرمی

کے ساتھ کرنا نہ کہ غلظت وسختی کے ساتھ سوئم ہر شخص کے ساتھ شفقت کا معاملہ کرنا خواہ وہ عامی ہو یا عالم ہاں اس معاملہ میں ہر شخص کے درجہ ومرتبہ کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔ اور یہ کچھ زیادہ مشکل نہیں ہے آدمی سمجھ سکتا ہے اسلئے کہ عامی شخص تو بس دو چار بات نرم کر لینے ہی سے خوش ہو جاتا ہے اور پڑھے لکھے لوگوں کے لئے البتہ کچھ مزید تعظیم وتوقیر کی ضرورت ہوتی ہے۔ چہارم یہ کہ لوگوں کے ہاتھ میں جو مال وغیرہ ہے اس سے بالکلیہ اپنی طمع کو منقطع کرنا اور ان کے معاملات میں ہرگز دخل نہ دینا۔ پنجم یہ کہ جو طالبین وسالکین اسکے پاس آئیں ان کے حالات کا خود تفقد ونگرانی کرنا (دیکھ بھال ۱۲) (تاکہ ان کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہو) اور اگر خود یہ کام نہیں کر سکتا تو پھر اپنے مخلص احباب کو ان کی راحت رسانی کیلئے مقرر کر دے کیونکہ کسی نیکی پر دلالت (رہبری ۱۲) کرنے والے کو بھی نیکی کرنے والے کا سا اجر وثواب ملتا ہے۔ (تفہیمات صفحہ ۱۰۳/۲)

نیز امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ مرشد کیلئے ضروری ہے کہ مریدین کی تربیت میں حال ومزاج کے مطابق تربیت وتدریج کا لحاظ رکھے جیسا کہ طبیب جسمانی رکھتا ہے

پس اگر مرید بالکل مبتدی وناواقف ہے تو پہلے اسکو حدود شرع کی تعلیم دے یعنی اولاً پاکی کے مسائل سکھلائے نماز روزہ اور ظاہری عبادات میں اس کو لگائے اور اگر اسکو حرام آمدنی میں مبتلا پائے یا کسی گناہ کا مرتکب دیکھے تو سب سے پہلے اسی کے ترک کا حکم کرے۔ پس جب اسکا ظاہر ظاہری عبادات سے آراستہ ہو جائے اور اس کے جوارح ظاہری معاصی سے پاک وصاف ہو جائیں تو قرائن احوال سے ان کے باطن کی جانب متوجہ ہوں تاکہ اس کے باطنی اخلاق اور قلبی امراض کا سراغ لگائے۔

(وصیۃ الاخلاق از احیاء العلوم صفحہ ۶۵)

نیز حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہ فرماتے ہیں کہ۔

نفوس قدسیہ را باید کہ برحسب استعداد مسترشدین افاضہ وافادہ منظور دارند ودر مآل کار نظر کنند۔ اے بسا فقیر خاکسار کہ باستعداد عالی خود شمع وچراغ اقلیمے وجہانے گشتہ پس عموم نفع را از قوت استعداد مسترشد متوقع باید بود وبکثرت اتباع کہ بالفعل اغنیار رامیباشد فریب خوردن کار ظاہر بینان وناواقفان مراتب استعداد نفوس است۔

نفوس قدسیہ کو چاہئے کہ مسترشدین کی استعداد کے مطابق افادہ وافاضہ کریں اور انجام کار پر نظر رکھیں اسلئے کہ بہت سے فقیر خاکسار اپنی استعداد عالی کی وجہ سے ایک اقلیم وجہان کے شمع وچراغ ہوگئے پس نفع کے عموم کو مسترشد کے قوت استعداد کے اعتبار سے متوقع رکھنا چاہئے۔ اور فی الحال اغنیاء کے متبعین کی کثرت کو دیکھ کر دھوکہ کھاجانا ظاہر بینوں اور نفوس کے مراتب استعداد سے ناواقفوں کا کام ہے۔

(تفسیر عزیزی، سورہ عبس ص۱۳)

ف سبحان اللہ کسقدر بصیرت افروز مضامین ہیں جنہیں مرشدین کو پیش نظر رکھنا لازمی ہے مگر افسوس کہ اسمیں قصور وکوتاہی ہورہی ہے جسکی وجہ سے خانقاہوں سے جو کام ہورہا تھا اسمیں خلل وفتور واقع ہورہا ہے اللہ ہی اصلاح فرمائے۔

آمین۔ واللہ الموفق۔

۲۳۔ عالم کا وظیفہ ہے کہ جب کسی دینی یا دنیاوی منصب عالی تک پہنچے تو اپنے ماتحتوں کا لحاظ رکھے اور خود بھی اپنی اصلاح کی فکر میں لگا رہے

یعنی اگر کوئی عالم کسی بڑے منصب تک پہنچ جائے مثلاً اہتمام، نظامت وزارت وخلافت وغیرہ، تو اسے چاہیئے کہ اس کو اللہ تعالےٰ کا عطیہ سمجھے اور اپنی حقیقت کو پیش نظر رکھے۔ اور اپنے ماتحت بھائیوں کے بارے میں اس ہدایت کو ملحوظ رکھے جسے خلیفہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے حضرت خالد سیف اللہؓ کو فرمائی تھی۔

" خالد! خوفِ خدا کو اپنا شعار بناؤ، اور اپنے ماتحت ساتھیوں کے ساتھ لطف ومحبت سے پیش آؤ۔ تمہارے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پرانے مہاجر وانصار صحابہؓ ہیں۔ اپنے معاملات میں ان سے مشورہ کرو، اور ان کی صوابدید کے مطابق عمل کرو۔

(تاریخ ردہ، مؤلفہ خورشید احمد فارق ص۴۲)

چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ خود صحابہ کرامؓ سے فرمایا کرتے تھے کہ میں آپ حضرات کے امور کا والی ضرور بنا دیا گیا ہوں مگر میں آپ لوگوں سے بہتر نہیں ہوں لہٰذا آپ لوگ میری مدد کیا کریں۔ (طبقات کبریٰ ج۱ ص۱۶)

ےہ جیسا کہ مشہور واقعہ ہے کہ ایاز ایک معمولی درجہ کا غلام تھا، کسی طرح محمود غزنوی شاہ ہند کے دربار میں پہنچ گیا۔ اپنی صلاحیت، اطاعت اور وفاداری جیسے اوصاف کی بنا پر منصب عالی پر پہنچ گیا۔ تاہم جس حجرے میں اپنی بوسیدہ پوستین اور گدڑی رکھ چھوڑی تھی اسمیں جاتا اور کہتا " ایاز! قدر خود بشناس" یعنی ایاز! اپنی قدر پہچانو۔ اس واقعہ کو بیان کر کے مولانا روم فرماتے ہیں کہ یہی حال انسان کا ہے کہ اس کی ابتدا باپ کے نطفہ اور ماں کے خون سے ہوئی ہے۔ اس لئے جو بھی کمال وخوبی ہے وہ سب اللہ تعالےٰ کا عطیہ ہے اس لئے اللہ تعالےٰ کا شکر ادا کرنا چاہیئے۔

اسی طرح اگر کسی عالم کو دینی وعظ اور اصلاحی بیان کی سعادت نصیب ہو تو اس کو سمجھنا چاہیئے کہ میں اصل واعظ نہیں ہوں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نائب و وارث ہوں۔ انہی کی نیابت و وراثت میں وعظ کی کرسی پر بیٹھا ہوں۔ لہٰذا مجھے وہی کرنا چاہیئے جو ہمارے منیب واصل نے کیا ہے۔ پس سامعین کے امراض و احوال کے مطابق قرآن وحدیث سے علاج تجویز کرنا چاہیئے۔ اس سے ذرا بھی تجاوز نہ کرنا چاہیئے۔

چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں، کہ جو شخص لوگوں کو خیر کی باتیں تعلیم کرتا ہو، اس کو چاہیئے کہ مخاطبین کے مراتبِ فہم کا لحاظ رکھے اور زیادہ باریک و دقیق باتیں بیان نہ کرے۔ کیونکہ جب لوگوں کے فہم سے بالاتر بات ہوگی اور لوگ نہ سمجھ سکیں گے، تو یا تو اس کو جھوٹا سمجھیں گے، یا ان کے دل اس کی بات قبول نہیں کریں گے۔ اس صورت میں اس کا بیان نقصان دہ ثابت ہو گا۔ یا کم از کم اس کا بیان بے فائدہ تو ہو ہی جائے گا۔ (لہٰذا وعظ میں اس کی رعایت بہت رکھنی چاہیئے کہ) عام فہم باتیں جو مشاہدہ اور عقل سے زیادہ قریب ہیں ان کو بیان کرے۔ اس لئے کہ ایسی باتوں کا اثر قلوب آسانی سے قبول کر لیتے ہیں۔ (البدور البازغة ص۲۰۵)

شاہ صاحبؒ کی عبارت سے معلوم ہوا کہ وعظ و بیان میں ایسی باریک اور دقیق باتیں نہیں بیان کرنی چاہیئے جو لوگوں کی فہم سے بالاتر ہو، بلکہ تسہیل مدنظر رہنی چاہئے اور اسکے ساتھ اختصار بھی۔ چنانچہ کہا گیا ہے کہ خَيْرُ الْكَلَامِ مَا قَلَّ وَدَلَّ یعنی بہترین کلام وہ ہے جو مختصر ہو اور مقصد کی بخوبی وضاحت بھی کر رہا ہو۔

سیدنا احمد رفاعیؒ فرماتے ہیں؛ وعظ میں اختصار کی رعایت رکھو۔ اور وعظ نام ہے غفلت والوں کو راستہ بتلانے کا۔ (البنیان المشید ص)

اسی طرح اگر اللہ تعالےٰ نے کسی کو ارشاد و مشیخت کی مسند پر بٹھلایا ہو تو اپنے کو کسی سے خواہ مرید ہی کیوں نہ ہو برتر نہ سمجھنا چاہیئے۔ بلکہ اپنی اصلاح کی مزید فکر رکھنی چاہیئے اور اللہ تعالےٰ سے توفیق کی دعا کرنی چاہیئے ؎

اندریں رہ می خراش و می تراش تادم آخر دمے فارغ مباش

(یعنی اس راہ میں خراش و تراش لگی رہتی ہے لہذا آخر وقت تک ایک لمحہ کیلئے بھی غافل نہ ہونا چاہیئے)

حضرت مولانا محمد احمد صاحب قدس سرہٗ کا شعر ہے ؎

نہ کوئی راہ پا جائے نہ کوئی غیر آجائے حریم دل کا احمدؔ اپنے ہر دم پاسباں رہنا

انسان خواہ اصلاح و ارشاد کا ہی کام کیوں نہ کر رہا ہو اپنے دل پر ہر دم نگاہ رہنی چاہیئے کہ کہیں توجہ الی اللہ سے غافل تو نہیں ہو رہا ہے۔ کیونکہ یہ جائز نہیں ہے کہ مریدین کی اصلاح کی فکر میں اپنی اصلاح سے غافل ہو جائے، بلکہ اس کو تو مزید فکر رہنی چاہیئے۔ جیسا کہ حضرت خواجہ محمد معصوم صاحبؒ نے اپنے ایک مسترشد کو تحریر فرمایا ہے

حلقۂ ذکر را گرم دارند و خلوت و تنہائی را راغب باشند و در شبانروزے یک دو وقت برائے عزلت معد باید ساخت و ذکر و فکر و تذکر زلات و تقصیرات و توبہ و استغفار و نفی وجود و سائر کمالات و نفی مرادات از خود دراں وقت از مغتنمات باید شمرد باقی اوقات را در افادہ و استفادہ صرف	ذکر کا حلقہ گرم رکھو تنہائی کی رغبت پیدا کرو دن رات میں ایک یا دو بار اپنا وقت تنہائی کے لئے تیار کرلو اور اس تنہائی میں یہ کام کرو اللہ کا ذکر۔ فکر آخرت اپنی لغزشوں اور گناہوں کو یاد کرنا اپنے وجود کو اپنے ہنر و کمال کو اور پھر اپنی تمام خواہشوں تمناؤں اور مرادوں کو نکال دینا اور ان کو ناقابل التفات سمجھنا تنہائی میں یہ سب کام غنیمت سمجھو باقی اوقات کو خود سیکھنے یا دوسروں

باید کرد۔ کو سکھانے میں خرچ کرنا چاہیئے۔

(مکتوبات معصومیہ)

ف : سبحان اللہ، حضرت خواجہ صاحبؒ کی اپنے مریدین کو کیسی تعلیم و تربیت تھی جو ہم سب کو پیش نظر رکھنے کے لائق بلکہ واجب ہے۔ اس لئے کہ ان اکابر کی سیرت کو جب تک ہم پیش نظر نہ رکھیں گے اس راہ میں ہرگز کامیاب نہ ہوں گے۔ اس لئے کہ ان حضرات کی سیرت ہمارے لئے میزان و معیار ہے۔ جیسا کہ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رح "تعلیم الدین" میں یوں رقمطراز ہیں :۔

"چنانچہ شیخ قوام الدین رح فرماتے ہیں کہ، اے درویش محک و معیار ایں کار کتاب و سنت است و سیر سلف کہ اہل اقتدار بودند نہ اجازت مجرد و مقام متبرک کہ فلاں فرزند درویش است در جائے آبار و اجداد خود نشستہ۔"

ترجمہ : اے درویش! اس کام کی درستگی کی کسوٹی اور جانچنے کا آلہ کتاب و سنت ہے اور ان بزرگوں کی سیرت جو مقتدا و پیشوا تھے، نہ کہ محض اجازت پا کر کسی متبرک مقام پر بیٹھ جانا کہ یہ فلاں درویش کے صاحبزادے ہیں اپنے آبار و اجداد کی گدی پر بیٹھے ہیں۔

ف : سبحان اللہ، کیسی جامع بات ارشاد فرمائی، اگر اس کو ملحوظ رکھا جائے تو بہت سی بدعات و خرافات سے طریق محفوظ رہ سکتا ہے۔ (مرتب)

الحمد للہ علیٰ احسانہٖ کہ آداب طلبہ و وظائف علمار جو لکھنے کا ارادہ تھا وہ تمام ہوا اللہ تعالےٰ قبول فرمائے۔ آمین یا ربّ العالمین بحرمۃ سیدنا النبیّ الکریم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم۔

آداب المتعلم

تلخیص از احیاء العلوم للغزالی

رحمۃ اللہ علیہ

الحمد للہ آداب الطلبہ والمتعلمین اور وظائف العلماء والمعلمین سے فراغت نصیب ہوئی اب احیاء العلوم سے اس سلسلہ کی چند مفید باتیں نقل کرتا ہوں ان کو بھی بغور مطالعہ کریں۔ واللہ الموفق۔

۱:- ادب اول یہ ہے کہ متعلم اپنے قلب کو رذائل اخلاق سے پاک صاف کرے اسلئے کہ علم قلب کی عبادت اور باطن کی نماز ہے۔ تو جسطرح نماز جو ظاہری اعضاء کی عبادت ہے بغیر طہارت اعضاء کے صحیح نہیں اسی طرح تعلم علم جو قلب اور باطن کی عبادت ہے بغیر باطن کی طہارت کے صحیح نہیں ہو سکتی۔

۲:- ادب دوم یہ ہے کہ علائق وتعلقات دنیویہ سے حتی الامکان علیحدگی اختیار کرے اس لئے کہ یہ قلب کو اپنی طرف متوجہ کر لیتے ہیں (یعنی ہر ہر تعلق اسکے قلب کی صلاحیت کو تھوڑا سا ہی اپنی طرف کھینچ لیتا ہے) جسکی وجہ سے اسکی نظر وفکر علوم وحقائق کے ادراک میں ضعیف ہو جاتی ہے اور ایسا آدمی علائق وتعلقات کے دام میں پھنس کر قلب کی عالی صلاحیتوں سے خالی رہ جاتا ہے۔ اس لئے کسی اعلیٰ رتبہ ودرجہ تک نہیں پہنچتا۔

۳:- ادب سوم یہ ہے کہ علم حاصل کرنے میں عار وتکبر نہ کرے اور اہل علم

کے مقابلہ میں خودی اور بڑائی کا معاملہ ہرگز روا نہ رکھے۔ بلکہ اسکے سامنے اپنے کو پست کر دے اور کالمیت فی ید الغسال ہو جائے۔ (جیسے میت غسل دینے والے کے ہاتھ میں) اور اسکی نصیحت کو اس طرح قبول کرے جیسے انجان مریض طبیب حاذق کی ہر تجویز کو بدل وجاں تسلیم کرتا ہے معلم اگر علم کے سلسلہ میں کوئی ایسا مشورہ دے جو متعلم کی رائے کے خلاف ہو تاہم قبول کرے اس لئے کہ وہ تجربہ کار ہے۔ اس راہ کے نشیب وفراز سے آگاہ ہے اس لئے اس کی رائے قابل قبول ہے۔

۴ :- ادب چہارم یہ ہے کہ انفع واشرف علم میں اپنے کو مشغول کرے اور وہ علم آخرت ہے۔ اسلئے کہ امر بدیہی ہے کہ آدمی کی عمر خواہ کتنی ہی طویل ہو جملہ علوم کی تحصیل کیلئے ناکافی ہے تو پھر کیوں نہ اشرف وانفع ہی علوم میں عمر عزیز کو صرف کیا جائے۔ رہے بقیہ علوم تو ان کو بقدر ضرورت ہی حاصل کیا جائے اور اتنے ہی پر اکتفاء کیا جائے۔

۵ :- ادب پنجم یہ ہے کہ اس سبب کو معلوم کرے جس سے علم کی غایت اور شرف کا ادراک ہو سکے اور وہ سبب یا تو ثمرہ ونتیجہ کا شرف ہے یا وہ دلیل کی قوت واستحکام ہے۔ جیسے علم دین وعلم طب کہ علم دین کا ثمرہ حیات ابدیہ ہے اور علم طب کا ثمرہ حیات دنیویہ فانیہ ہے۔ تو ظاہر ہے کہ ثمرہ کے اعتبار سے علم دین کا شرف علم طب سے زیادہ ہے (اسی طرح بعض علم بعض سے قوت دلیل کے اعتبار سے افضل ہیں جیسے علم حساب علم نحو سے باعتبار قوت دلائل ہی کے افضل واشرف ہے)

۶ :- ادب ششم یہ ہے کہ متعلم کا قصد دنیا میں اپنے کو صفات حمیدہ سے آراستہ کرنا ہو اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کا قرب اور درجات عالیہ کا حاصل کرنا ہو۔

اہل زمان پر سبقت اور ریاست کی نیت نہ ہو (اس لئے کہ یہ اخلاص کے خلاف ہے)
جسکا وجوب کتاب وسنت سے ثابت ہے۔ یہ ادب جتنا ہی ضروری ہے اتنا ہی
طلباء علم میں مفقود ہے۔ اسکا درجہ ادب اوّل ہونے کا ہے کیونکہ یہی تصحیح نیت
ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اسکی طرف توجہ بخشیں آمین یارب العالمین)

وظائف المعلم تلخیص از احیاء العلوم للغزالیؒ

۱ :- وظیفہ اوّل معلم کا یہ ہے کہ متعلمین پر شفقت کرے اور ان کو مثل اولاد کے
سمجھے (کہ ان کو جہنم سے بچانا اصل مقصود ہو بحکم الٰہی قوا انفسکم الآیۃ حضور
اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ انما انا لکم مثل الوالد لولدہ
یعنی میں تمہارے لئے مثل شفیق والد کے ہوں۔ اس لئے معلم کو (جو نائب رسول
صلی اللہ علیہ وسلم ہے)۔ اس باب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء کرنی
چاہئے۔

۲ :- وظیفہ دوم یہ ہے کہ تعلیم وتربیت پر کسی قسم کی اجرت (مثلاً مال وجاہ
وخدمت وغیرہ) کا طالب نہ ہو بلکہ محض اللہ تعالیٰ کے تقرب کا قصد کرے۔ اس
میں بھی صاحب شرع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو اختیار کرے۔ چنانچہ
اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے نبی کہہ دیجئے کہ میں تم لوگوں سے اس
(دعوت وتبلیغ) پر کسی اجر کا سوال نہیں کرتا

اسکے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ تلامذہ پر احسان نہ رکھے نہ
ان سے تعظیم وتکریم کی تمنا کرے۔ اگرچہ تلامذہ کے ذمہ ہے کہ اسکا احسان مانیں
بلکہ ماں باپ سے بھی زیادہ اسکا شکر ادا کریں۔

۳ :- وظیفہ سوم یہ ہے کہ متعلمین کی خیر خواہی میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھے ۔ اور منجملہ نصح و خیر خواہی کے یہ بھی ہے کہ ان کو اس بات سے روکے کہ قبل استحقاق کسی مرتبہ کے در پے نہ ہوں۔ نیز یہ کہ جب تک علوم ظاہرہ سے فارغ نہ ہوں علوم خفیہ دقیقہ میں مشغول نہ ہوں اور اس بات پر تنبیہ کرے کہ علم کا مقصد سوائے قرب الی اللہ اور رضائے الٰہی کے اور کچھ نہ ہونا چاہیئے ۔

۴ :- وظیفہ چہارم یہ ہے کہ متعلمین کو برابر بد اخلاقیوں سے لطف و رفق سے روکتے رہیں۔ اپنے عنف و سختی نہ برتیں۔ نیز حتی الوسع اشارہ کنایہ سے متنبہ کریں تو بہتر ہے اس لئے کہ تصریح سے ہیبت و رعب کا حجاب اٹھ جاتا ہے اور بے باکی پیدا ہو جاتی ہے پھر تاثر و انصلاح (قبول کرنے) متعذر ہو جاتا ہے ۔

۵ :- وظیفہ پنجم یہ ہے کہ جو معلم کسی خاص علم کی تعلیم دیتا ہو تو اس کو دوسرے علوم کی مذمت طلبہ کے سامنے نہ کرنی چاہیئے ۔ فقیہ علم حدیث کے متعلق یہ نہ کہے کہ وہ تو محض نقل و تخمین ہے اس میں تحقیق نہیں ۔ اسیطرح متکلم فقہ کے متعلق نہ کہے کہ اسمیں دلیل و برھان کا نام و نشان تک نہیں ۔ اس میں تو بس عورتوں کے مخصوص مسائل اور کچھ جزئیات و فروع ہیں جن پر کلام کیا گیا ہے رہا علم کلام و عقائد تو اسمیں اللہ تعالیٰ کی صفات کے متعلق بحث و گفتگو ہوتی ہے ۔ فشتان بینہما ۔

پس یہ سب باتیں بد اخلاقی کی ہیں ۔ ہاں قاعدہ کی بات یہ ہے کہ متعلمین پر جملہ علوم کے طرق کو واضح کر دے لیکن یہ بھی ضروری ہے کہ الاہم فالاہم اور الاشرف فالاشرف پر تنبیہ کر دے اور دین صحیح اور عقل سلیم کے لحاظ سے جو ترتیب ہے اس سے آگاہ کر دے ۔

۶ :۔ وظیفہ ششم یہ ہے کہ معلم متعلمین پر ایسے علوم کا القاء نہ کرے جو اسکی سمجھ سے باہر ہو جس کی وجہ سے وہ علم ہی سے متنفر ہو جائے۔ اس میں اقتدار کرنی چاہئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی کہ ہم انبیاء کی جماعت اس بات کا امر کئے گئے ہیں کہ لوگوں کے ساتھ معاملہ ان کے درجات کے اعتبار سے کریں اور ان کی عقلوں کے مناسب کلام کریں؏ (پس اگر کوئی معلم و مربی اس امر کا لحاظ کرتا ہے تو وہ انبیاء علیہم السلام کی سنت کا متمسک ہے۔ اس کو اجر و ثواب ملے گا خوب سمجھ لینا چاہئے)

۷ :۔ وظیفہ ہفتم یہ ہے کہ اپنے علم پر عامل ہونا چاہئے کہ اس کا قول اس کے عمل کی تکذیب نہ کرتا ہو۔ اسلئے کہ علم کا ادراک بصیرت سے ہوتا ہے جو باطنی چیز ہے اور عمل ظاہری آنکھوں سے دیکھا جاتا ہے اور ظاہری آنکھ والوں کی کثرت ہے تو جب یہ ظاہر ہیں تو لوگ اس کا عمل اس کے قول کے خلاف دیکھیں گے تو قول ہی کی تکذیب کر دینگے اور بجائے عمل کرنے کے بدظن و متنفر ہو جائینگے (تو ایسا شخص بجائے ہدایت کا سبب ہونے کے ضلالت کا سبب بن گیا اور ضلوا سے تجاوز کر کے اضلوا کا پورا پورا مصداق ہو گیا۔ اعاذنا اللہ من سوء العمل۔ اللھم اغفر لمترجمہ و ملخصیہ و لمن شارکہ۔

؏ قال العراقیؒ رویناہ فی جزء من حدیث ابی بکر بن الشخیر من حدیث عمر اخصر منہ وعند ابی داود من حدیث عائشۃ اَنْزِلُوا النَّاسَ مَنَازِلَهُمْ۔

(احیاء العلوم مع تخریج احادیث الاحیاء للعراقی صـ۶۳ ج ۱)

کتاب "پاجا سراغ زندگی" سے چند اقتباسات

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابو الحسن ندوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تصنیف لطیف "پا جا سراغ زندگی" (جس میں طلبا و علوم نبوت کا منصب و مقام، ملت کی ان سے توقعات، عصر حاضر میں انکی ذمہ داریوں سے روشناس کرایا گیا ہے) سے چند اہم و مفید مضامین درج کئے ہوئے، امید ہے کہ انکا مطالعہ انشاء اللہ طلبا کے لئے ہی نہیں بلکہ علمائے کرام کے لئے بھی نفع بخش و بصیرت افروز ثابت ہوگا — وہ یہ ہیں :

طلبہ و فضلائے مدارس کی ذمہ داریاں

دوستو! مدرسہ کے طالب علم کی حیثیت سے آپ کا کام سب سے زیادہ نازک اور سب سے زیادہ عظیم ہے۔ میں نہیں جانتا کہ اس وقت دنیا کی کسی جماعت یا کسی گروہ کا کام اتنا نازک، وسیع اور اہم ہو۔ ان الفاظ پر آپ دوبارہ غور کیجئے، کہ آپ کا ایک سرا نبوت محمدی سے ملا ہوا ہے، دوسرا سرا زندگی سے۔ یہی آپ کے کام کی نزاکت کی وجہ اور آپ کی عظمت کی دلیل ہے۔ نبوتِ محمدی سے وابستگی اور اتصال جہاں ایک بہت بڑی خوش نصیبی اور سرفرازی ہے، وہاں ایک عظیم ذمہ داری بھی ہے، آپ کے پاس حقائق اور عقائد کی سب سے بڑی دولت اور سب سے عظیم سرمایہ ہے، اس وابستگی سے آپ پر چند ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں، آپ میں غیر متزلزل یقین اور راسخ ایمان ہونا چاہئے، آپ میں یہ حوصلہ اور ہمت ہونی چاہئے کہ ساری دنیا ملتی ہو، تو اس کے ایک نقطہ سے بھی دست بردار ہونے کے سوال پر غور نہ کر سکیں، آپ کے دلوں میں اس کی حمایت

ونصرت کا جذبہ موجزن ہونا چاہئے، آپ کا دل اس بے بدل دولت پر فخر اور شکر سے لبریز ہو، آپ کو اس کی صداقت، اس کی معقولیت، اس کی ابدیت، اس کی ہر زمانہ میں صلاحیت، اس کی بلندی و برتری اور اس کی معصومیت پر غیر متبدل یقین ہو، آپ اس کے مقابل ہر چیز کو پورے اطمینان کے ساتھ جاہلیت اور جاہلیت کی میراث سمجھتے ہوں، آپ جہاں احکام خداوندی اور تعلیمات اسلامی کو سن کر "سمعنا و اطعنا" کہیں، وہاں جاہلیت کے نظام اور جاہلیت کے علمبرداروں کو مخاطب کر کے کہیں کہ کَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ أَبَدًا حَتَّىٰ تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَحْدَهُ " آپ اسلام ہی کی رہنمائی اور اسوۂ محمدی ہی کی روشنی میں دنیا کی نجات کا یقین رکھتے ہوں، اور آپ کا اس پر عقیدہ ہو کہ اس طوفانِ نوح میں سفینۂ نوح صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور امامت ہے، آپ یقین کرتے ہوں کہ افراد اور اقوام کی سرفرازی اور سربلندی کی شرط صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع ہے اور یہ بالکل حقیقت ہے، کہ ؎

محمد عربی کہ آبروئے ہر دو سرا ست[ع]
کسے کہ خاک درش نیست خاک بر سر او

آپ تعلیمات نبوت کو علم کا لب لباب اور حقیقۃ الحقائق سمجھتے ہوں، آپ اس کے مقابلے میں تمام دنیا کی الٰہیات اور فلسفۂ مابعد الطبیعیات اور قیاسات و روایات کو افسانہ و خرافات سے زیادہ وقعت دینے کے لئے تیار نہ ہوں

ع محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم جو دونوں جہان کی آبرو ہیں۔ ان کے در کا جو خاک نہ ہوا، اس کے سر پر خاک ہو۔

آپ توحید کی حقیقت سے واقف اور اس پر مصر ہوں، اور شرک اور تمام دنیا
کے علم الاصنام کو خواہ وہ کیسے ہی پُرجلال علمی اصطلاحات اور فلسفہ کی زبان میں
بیان کیا گیا ہو، حقارت کی نظر سے دیکھتے ہوں، اور "زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا"
سے زیادہ مرتبہ دینے کے لئے آمادہ نہ ہوں، آپ سنت کے اتباع کے حریص اور
خَیْرُ الْهَدْیِ هَدْیُ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ" پر یقین رکھتے ہوں،
اور بدعات کے مضر اور نامقبول ہونے پر آپ کو شرح صدر ہو، غرض آپ اعتقادی،
ذہنی، فکری، قلبی، ذوقی اور عملی حیثیت سے نبوت محمدی کی جامعیت اور عملیت
کے قائل ہوں اور اس کی عملی تفسیر ہوں۔

طلباء و فضلاء کا امتیاز

دوستو! دنیا کے دوسرے مسلمانوں کے مقابلہ میں آپ کا امتیاز یہ ہے
کہ ان حقائق پر دوسروں کا اجمالی ایمان کافی ہے مگر آپ کو اس پر پورا ذہنی
اطمینان اور شرح صدر ہونا چاہئے، آپ کا صرف قائل ہونا کافی نہیں، اس کا
اس کا داعی ہونا ضروری ہے، دوسروں کا یقین لازمی ہو تو کافی ہے، آپ
کا یقین متعدی ہونا چاہئے، جو سیکڑوں ہزاروں انسانوں کو یقین سے لبریز
کردے۔ اور یہ اس وقت تک ممکن نہیں، جب تک آپ کا یہ سرور خوشی و
سرمستی اور بے خودی کی حد تک نہ پہنچا ہو، اور آپ میں "یکرہ ان یعود
الی الکفر کما یکرہ ان یقذف فی النار" کی حقیقت نہ پائی جاتی ہو۔ تعلیمات
نبوت سے دوسروں کی سرسری واقفیت کافی ہے، مگر آپ کے لئے علوم نبوت
میں رسوخ، علومِ نبوت سے عشق، علومِ نبوت میں مقام فنائیت، علومِ نبوت پر

اصرار ضروری ہے، اس کے بغیر دعوت کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا، بلکہ دعوتوں اور تحریکوں کے اس طوفانی دور میں اس کے بغیر اپنی خصوصیات اور سرمایہ کی حفاظت بھی مشکل ہے۔

ف۔ یقیناً طلبہ کے لئے قابل توجہ مضمون ہے اس لئے بغور مطالعہ کریں اور مولانا کی نصیحت قبول کریں۔ (مرتب)

کیفیات باطنی

یہ بھی یاد رکھئے کہ نبوت محمدی نے جس طرح علوم و احکام کا ایک بے پایاں دفتر اور وسیع ترین ذخیرہ چھوڑا "فان الانبیاء لم یورثوا دینارا ولا درھما ولکن ورثوا ھذا العلم" یہ ذخیرہ قرآن و حدیث، فقہ و احکام کی صورت میں محفوظ ہے، اور آپ کا مدرسہ بحمداللہ اس کی خدمت و اشاعت کا بہت بڑا مرکز ہے، اسی طرح نبوت محمدی نے کچھ اوصاف، خصوصیات اور کیفیات بھی چھوڑے، جس طرح پہلا سرمایہ نسلاً درنسل منتقل ہوتا رہا، اور اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت و اشاعت کا انتظام کیا، اسی طرح دوسرا سرمایہ بھی برابر منتقل ہوتا رہا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کا بھی انتظام فرمایا ہے، یہ اوصاف اور خصوصیات کیا ہیں؟ یقین و اخلاص، ایمان و احتساب، تعلق مع اللہ، انابت و اخبات، خشوع و خضوع، دعا و ابتہال، استغنار و توکل، اعتماد علی اللہ، دردومحبت، خود شکنی و خودداری، علوم نبوت و احکام اور اوصاف و کیفیات دونوں کی جامع تھی، "ھو الذی بعث فی الامیین رسولا منھم یتلوا علیھم ایتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب

وَالْحِکْمَۃَ" نبوت محمدی سے صرف علوم و احکام لینا اور کیفیات و اوصاف کو ترک کر دینا ناقص وراثت ہے، اور ناکمل نیابت۔ دنیا میں جن لوگوں نے نبوت کی نیابت کی اور اسلام کی امانت ہم تک پہنچائی، وہ صرف ایک حصہ کے امین نہ تھے، وہ دونوں دولتوں سے مالا مال تھے، اب بھی اسلام کی دعوت، اور اسلامی انقلاب صرف پہلے حصہ سے برپا نہیں کیا جا سکتا، آپ کو جن اسلاف کی طرف نسبت کا شرف حاصل ہے، وہ بھی ان دونوں خصوصیتوں کے جامع تھے، آپ اگر حقیقی نیابت کے منصب بلند پر سرفراز ہونا چاہتے ہیں، تو آپ کو اس جامعیت کی کوشش کرنی پڑے گی، اس کے بغیر علم و فن کی صناعی کاغذی پھول ہیں، جن میں نہ خوشبو، نہ تازگی، آج دنیا کے بازار میں کاغذی اور ولایتی پھولوں کی کمی نہیں، ہم اور اس میں کوئی قابل ذکر اضافہ نہیں کر سکتے، یہاں تو نبوت کے باغ کے شاداب پھول چاہئیں، جو مشام جاں کو معطر کر دیں، اور جن کے سامنے دنیا کے پھول شرما جائیں۔ فَوَقَعَ الْحَقُّ وَبَطَلَ مَاکَانُوْا یَعْمَلُوْنَ"۔

مدارس کا باطنی انحطاط

آپ بُرا نہ مانیں، کہنے والا بھی آپ ہی میں سے ہے، عرصہ سے ہمارے مدارس ان شاداب پھولوں سے خالی ہوتے جا رہے ہیں، ان اوصاف میں روز افزوں انحطاط ہے، ہم کو دل پر پتھر رکھ کر سننا چاہیئے، اور دیکھنا چاہیئے کہ کہنے والے نے کہاں تک صحیح کہا ہے کہ ؎

اٹھا میں مدرسہ و خانقاہ سے نمناک
نہ زندگی نہ محبت نہ معرفت نہ نگاہ

اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہمارے مدارس سے جس تعداد میں لوگ فارغ ہو کر نکلتے ہیں اس سے پہلے کبھی اس تعداد میں نہیں نکلتے تھے، لیکن زندگی پر کوئی اثر نہیں ڈال رہے ہیں۔

ف۔ بیشک۔ یہ بات حضرت مصلح الامتؒ بھی برابر فرماتے رہتے تھے، کاش کہ ہمارے طلبہ اس طرف توجہ کرتے تو آج مسلمانوں کا یہ حال زار نہ ہوتا (مرتب)

انقلاب انگیز شخصیتیں

پہلے اسی ملک میں خواجہ معین الدین اجمیریؒ یا سید علی ہمدانی کشمیریؒ جیسا ایک فقیر بے نوا آیا اور پورے کے پورے ملک کو اپنے قلب کی حرارت اور اپنے ایمان کے نور سے بھر دیا، حضرت مجدد الف ثانی نے حکومت مغلیہ میں انقلاب برپا کر دیا انھیں کی خاموش مساعی کا نتیجہ تھا کہ ہم اکبر کے تخت پر اورنگ زیب جیسے فقیہ و متشرع بادشاہ کو دیکھتے ہیں، شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے اس طویل و عریض ملک کا رجحان بدل دیا اور پورے نظام فکر اور نظام تعلیم پر گہرا اثر ڈالا، مولانا محمد قاسم صاحبؒ نے ایک عام مایوسی اور پسپائی کے دور میں اتنا بڑا اسلامی قلعہ تعمیر کر دیا، اور علوم شریعت کو ایک نئی زندگی بخش دی، ابھی پچھلے عرصہ میں مولانا محمد الیاسؒ نے ایمان اور دینی جد وجہد کی ایک نئی روح پھونک دی۔ غرض ؏

جہانے را دگرگوں کرد یک مرد خود آگہے

(یعنی ایک مرد خود آگاہ نے دنیا کا رنگ ہی بدل دیا)

اقتباسات از "صبر و استقامت کے پیکر" ترجمہ "صفحات من صبر العلماء"

مؤلفہ حضرت العلامہ عبد الفتاح ابو غدہ المتوفی ۱۴۱۷ھ ۱۹۹۷ء

حضرت العلامہ عبد الفتاح ابو غدہ رح نے اپنی مشہور تالیف "صفحات من صبر العلماء" میں علماء کے صبر و استقامت کے بہت سے واقعات درج فرمائے ہیں، جو یقیناً طلبہ اور علماء کیلئے نہایت بصیرت افروز اور نصیحت آموز ہیں۔ اس لئے اس کا حق تو یہ ہے کہ عربی داں حضرات حرف بحرف اصل کتاب کو پڑھیں اور اثر لیں۔ واللہ الموفق۔

مگر چونکہ عربی زبان سے عموماً ناواقفیت ہے لہذا اس سے استفادہ کیلئے مولانا عبد الستار سلام صاحب قاسمی نے "صبر و استقامت کے پیکر" کے نام سے اسکا اردو ترجمہ کر دیا ہے، تاکہ اردو داں حضرات اس کا مطالعہ کر کے فائدہ حاصل کر سکیں۔

اب چونکہ عام طور پر کتابوں کے مطالعہ کا ذوق باقی نہ رہا، اس لئے ہم نے اپنی کتاب وصیتنا لاولادنا میں اس کے چند اقتباسات نقل کر دیئے ہیں تاکہ ما لا یدرک کلہ لا یترک کلہ کا مصداق ہو۔ امید ہے کہ اگر اتنے کو بھی کوئی پڑھ لیگا تو اس کو پوری کتاب کے مضامین کا اندازہ ہو جائیگا۔ وما ذالک علی اللہ بعزیز۔

چند کلمات

حضرات علماء نے طلب علم میں جو مصائب و آلام جھیلے اور جن ہولناک سختیوں اور تکلیفوں سے دوچار ہوئے، ان کے بارے میں یہ چند تاریخی اقتباسات تھے جو گذشتہ اوراق میں پیش کئے گئے۔

ناظرین باتمکین بخوبی واقف ہیں کہ ان مقدس حضرات نے علم حاصل کرنے میں سر دھڑ کی بازی لگا دی ہے اور اپنی جانوں کو قربان کر دیا ہے، اور یہ کہ انھوں نے اس راہ میں بڑی بڑی مصیبتوں کو جھیلا ہے تب کہیں جا کر اُن کی گود میں علم و فضل کا گوہر نایاب آیا ہے۔ اب ان کو علماء کی صف میں وہ مقام بلند حاصل ہے کہ قیامت تک اس راہ کے مسافر اُن ہی عظیم اور جلیل القدر

شخصیتوں کو اپنا امام و مقتدا بنائیں گے۔ اور ان کے اسوۂ عمل کو سامنے رکھ کر وہ بھی گنجینۂ علم و معرفت کو حاصل کرنے میں پوری سعی وجہد، اور صبر واستقامت سے کام لیں گے، اس طرح وہ بھی اپنے اسلاف کے سچے جانشین اور دین و دنیا میں کامیاب اور سرخ رو ہو سکتے ہیں!!

قاضی جُرجانی کا قصیدہ

ان مقدس و باصفا حضرات کے مذکورہ بالا واقعات کے اختتام پر بندہ عاجز، قاضی جرجانی کے اُس قصیدے کو پیش کرنا چاہتا ہے، جس میں انھوں نے طالبِ علم کی شان اور اس کے حقیقی مقام کو بڑے دل نواز انداز میں بیان کیا ہے۔ انھوں نے یہ بھی صراحت کی ہے کہ اگر طالب علم میں وہ خوبیاں آجائیں جو اس میں فی الواقع ہونی چاہئیں، تو پھر علم و فضل اسے عظمت و رفعت کی انتہائی بلندیوں پر پہنچا دے گا، اور اس کی قدر و منزلت کا کوئی ٹھکانہ نہ رہے گا۔ دنیا اس سے فیض پانے کے لئے کشاں کشاں اس کی طرف چلی آئے گی

قاضی جرجانی کو فقہ وادب اور شعر و سخن میں کمال حاصل تھا۔ آپ کا سن وفات ۳۹۲ھ ہے۔ موصوف بچپن ہی سے زمین ناپنے اور دور دراز کا سفر کرنے میں مثل خضر مشہور تھے۔ آپ نے علم وادب کی اتنی انواع واقسام سے استفادہ کیا ہے کہ آپ کا شمار مینارۂ علم وادب کی حیثیت سے ہوتا ہے۔

شریف و غیر تمند عالم کے اوصاف میں آپ کا نظم کردہ پاک و صاف اور اچھوتا قصیدہ علمی دنیا میں کافی مشہور و معروف ہے۔ ادب و اخلاق اور تعلیم و تربیت کے موضوع پر جو معیاری عربی کتابیں موجود ہیں ان میں عموماً اس کو جگہ دی گئی ہے اور وہ برابر نقل در نقل ہوتا چلا آرہا ہے۔ حسب ذیل ۲۱ اشعار پیش خدمت ہیں۔ ترجمہ ملاحظہ ہو:-

غیور عالم کی شان

(۱) لوگ مجھ سے کہتے ہیں کہ آپ الگ تھلگ کیوں رہتے ہیں؟ دراصل میں ان کی نگاہوں میں ایک ایسا شخص ہوں جس نے ابھی تک ذلت ورسوائی کا موقف اختیار نہیں کیا ہے۔

(۲) میں لوگوں کو دیکھتا ہوں کہ جو کبھی ان سے گھلا ملا وہ ان کی نظروں میں بے قدر و قیمت بن گیا اور جو اپنی عزت وخودداری کی وجہ سے ان سے بچا رہا، اسی کی دنیا نے تعظیم کی۔

(۳) اگر علم کو ذریعہ بنا کر اپنی خواہشات کی تکمیل میں لگ جاؤں تو سمجھو کہ میں نے اس کا کچھ بھی حق ادا نہیں کیا۔

(۴) میں اپنی عزت وآبرو کو بچانے کے لئے ہمیشہ لوگوں سے کنارہ کش رہتا ہوں اور ذلت ورسوائی سے محفوظ رہنے کو سب سے بڑی کامیابی سمجھتا ہوں۔

(۵) اگر کوئی کہتا ہے کہ یہ گھاٹ ہے، یہاں آپ بھی دوسروں کی طرح کچھ سیراب ہولیں، تو میں کہتا ہوں: بھائی! مجھے بھی نظر آرہا ہے۔ لیکن شریف کی طبیعت یہاں پانی پینے سے رکتی ہے، اور اسے پیاس کی تکلیف گوارہ کرنا منظور ہے!!

(۶) میں اپنی ذات کو ایسی بہت سی چیزوں سے بھی بچاتا ہوں، جو اگرچہ معیوب یا باعثِ شرم وعار تو نہیں، لیکن پھر بھی دشمنوں کے اعتراضات اور انکی کیوں؟ اور کس لئے؟؟ سے ڈر لگتا ہے۔

(۷) ان باتوں سے بچنے کا نتیجہ یہ ہے کہ میں کمینوں کی عیب جوئی سے محفوظ وماموں،

اور شرفاء کے دلوں میں باوقار و با عزت ہوں۔

(۸) اگر مجھ سے کوئی چیز فوت ہو جائے تو ایسا نہیں کہ رات بھر کف افسوس ملتا رہوں اور رہ رہ کر نادم و پشیمان ہوتا رہوں۔

(۹) پھر اگر وہ گمشدہ چیز خود میرے پاس آگئی۔ خواہ کسی پھٹی شکل ہی میں کیوں نہ ہو، تو میں اسے رکھ لیتا ہوں۔ اور اگر نہیں تو بھی خواہ مخواہ اس چکر میں نہیں پڑتا کہ وہ کیوں نہیں آئی؟ اور "کاش کہ آجاتی!!"

(۱۰) میں اپنے قدموں کو بہت سی لذتوں کے پاس جانے سے روکتا ہوں، اور ان کو چھوڑنے کی بنا پر اپنی عزت و آبرو اور تعظیم و تکریم ہر ایک میں کافی اضافہ محسوس کرتا ہوں۔

(۱۱) میں اس وقت اپنے آپ کو آفریں کہتا ہوں، جب میری وجہ سے کوئی اداس و افسردہ خاطر مسکرا اٹھے، یا میری زبان سے کسی ایسے شخص کی تعریف و دل بستگی میں چند کلمات نکل جائیں جو سب کا بُرا اور دھتکارا ہوا ہے اور دنیا میں اپنے آپ کو اکیلا سمجھتا ہو۔

(۱۲) ایسے بہت سے طالب علم دنیا میں موجود ہیں جو روز بروز آسودہ سے آسودہ تر ہوتے چلے جا رہے ہیں، اور چاہے وہ ترقی کرتے کرتے کتنے ہی بڑے نواب یا رئیس اعظم کیوں نہ بن جائیں لیکن جس کا نام "حقیقی آسودگی" ہے اس سے پھر بھی وہ کوسوں دور ہیں۔

(۱۳) کتنی ہی ایسی نعمتیں ہیں جو شریف انسان کو زحمتیں معلوم ہوتی ہیں، اور کتنی ہی ایسی چیزیں ہیں، جن میں دوسروں کو فائدہ نظر آتا ہے لیکن غیرت مند کے لئے وہی باعث خسارہ ہیں۔

(۱۴) میں نے علم دین کی خدمت میں اپنی جان کو اس لئے نہیں گھلایا تھا کہ ہر کس و ناکس کی خدمت بجا لاؤں، بلکہ یہ کام اس لئے کیا تھا کہ میں خود دُسروں سے خدمت لوں۔

(۱۵) کیا علم دین کے پودے کا بوتا ایسی بدبختی و بدنصیبی کی بات ہے کہ آج مجھے اُس سے ذلت و رسوائی کے پھل دستیاب ہوں؟!

(۱۶) اگر کوئی یوں کہے کہ جناب! اب علم دین کی چقماق بے کار ہو گئی اور اس نے روشنی دینا بند کر دیا، تو اس سے میں یہ کہوں گا کہ یہ بے کار اسی وقت ہو سکتی ہے جب ہم اس کی حفاظت نہ کریں اور اس کو غلط مواقع پر استعمال کرنے لگیں۔

(۱۷) اگر علماء، اپنے علم کی حفاظت کرتے تو وہ ان کا پاسبان ہوتا، اور اگر دلوں میں اُس کی عظمت و بڑائی محسوس کرتے تو وہ بھی قابل احترام ہوتے۔

(۱۸) لیکن انھوں نے اس کو حقیر سمجھا تو خود ذلیل ہوئے اور غلط خواہشات میں پڑ کر اسکے مکھڑے کو خراب کرنا چاہا تو وہ انکے ساتھ بہت ترش روئی کیساتھ پیش آیا۔

(۱۹) میں ہر چمکنے والی بجلی سے نہیں ڈرتا، اور نہ ہر زمین پر رہنے والے کو ولی نعمت[۱] سمجھ کر اس کی خوشامد کرتا ہوں۔

(۲۰) اگر مجھے مصائب و آلام کبھی مجبور کر دیتے ہیں تو میں تفکرات کے عالم میں ایران توران نہیں پھرتا۔

(۲۱) اس مال کے ذکر سے مجھے اچھوت لگ جاتا ہے جس کے لئے یہ کہنا پڑے کہ فلاں صاحب نے مجھ پر یہ انعام و اکرام کیا ہے۔

---

[۱] ولی نعمت: نعمت دینے والا۔

خاتمہ

خلاصۂ کتاب

گذشتہ اوراق میں اپنے اسلاف اور اپنے آباؤ اجداد کی زندگی کے چند واقعات بیان کئے گئے ہیں۔ ان کو پڑھ کر معلوم ہوتا ہے کہ ان میں سے اکثر و بیشتر کا اوڑھنا بچھونا ——— بھوک و پیاس اور فقر و افلاس تھا، انھوں نے اپنی غربت و ناداری کی وجہ سے ہمیشہ موٹی جھوٹی زندگی پر گزارہ کیا۔ لیکن اسی کے ساتھ ظاہری رکھ رکھاؤ اور شان بے نیازی کا یہ عالم تھا کہ کسی کو اپنی حالت زار کا پتہ کانوں کان نہ چلنے دیا۔

ان حضرات نے علم کی خاطر، نہایت جاں گسل اور ہولناک مصائب و آلام جھیلے ہیں، اور ایسے صبر و ضبط کا مظاہرہ کیا ہے کہ اُن کی طاقتِ برداشت کے سامنے خود "صبر" بے چین و بے قرار ہو گیا ہے۔

اسی کے ساتھ وہ اپنے دل کی گہرائیوں سے خدا کی خوشنودی حاصل کرنے اور اس کی حمد و ثنا بجا لانے ہیں مصروف رہتے، حق تعالیٰ کی جناب میں ہر وقت شکر گذار رہنا، ان کا نمایاں وصف تھا۔ ان کی قربانیوں اور

خوبیوں نے انھیں دنیا میں بھی عزت وعظمت سے نوازا، اور قیامت تک آنے والے طالبانِ علم کے لئے ان کو بہترین نمونہ بنادیا۔ خدا اُن کو اپنی رضامندی کا پروانہ دے کر سرخ رو فرمائے اور علم دین اور اسلام کی جانب سے ان کو جزائے خیر عطا فرمائے، آمین، یارب العالمین...

نصائح وعبر

اِن اوراق سے جو عبرت ونصیحت کی باتیں معلوم ہوتی ہیں، ہم ان کو خلاصہ کے طور پر پیش کئے دیتا ہوں۔

تاریخِ معطر ان واقعات کا پڑھنا بے انتہا لذیذ، سُننا نہایت خوشگوار، اور اُن کی روداد بہت ہی دل چسپ ہے، ان مصائب وآلام پر ہمارے آبا واجداد نے صبر ورضا کا مکمل نمونہ پیش کیا ہے، اور محض رضائے خداوندی اور کتاب وسنت کے علوم کی خدمت کے لئے ان جاں گسل تکالیف کو برداشت کیا ہے، بلاشبہ یہ واقعات ایسا عطر ہیں جس کی خوشبو سے علم دین اور علمائے اسلام کی پوری تاریخ مہک رہی ہے، اور صدیوں سے زمانہ کے کان محظوظ اور لطف اندوز ہوتے چلے آرہے ہیں۔

مصائب کا دائرہ حصول علم کی خاطر علماء کرام کے جن صبر آزما واقعات اور ان کی زندگی کے

مصائب و آلام کا ہم نے گذشتہ اوراق میں مشاہدہ کیا ہے، وہ اگرچہ کافی تعداد میں نظر آتے ہیں، لیکن ان صبر آزما شخصیتوں کی طویل و عریض تاریخ کے مقابلہ میں پھر بھی بہت کم اور تھوڑی مقدار میں ہیں، اور اس اعتراف کے باوجود کہ ان حضرات کے جو حالات پڑھنے یا سننے میں آئے وہ واقعہ کے اعتبار سے نہایت قلیل تعداد میں ہیں۔ لیکن پھر بھی اتنا اندازہ بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ علمائے اسلام نے علم و معرفت کے لئے جو قربانیاں دی ہیں، اور جن تکلیفوں اور مصیبتوں کو جھیلا ہے اُن کا دائرہ کس قدر وسیع ہے۔ بلاشبہ یہ آبا و اجداد کے بچے کھچے کارنامے ہیں جو شریف بچوں کو ہدیہ اور تحفہ میں ملے ہیں۔

ایک دوسرے کا آئینہ

ان اوراق میں بہت سے ایسے کارناموں، قربانیوں اور حوصلہ مندیوں کا تذکرہ ہے جو مختلف حضرات کی طرف سے ظہور میں آئیں ان میں سے ہر ایک کا ملک، شہر اور ماحول دوسرے سے جداگانہ ہے۔ صبر و استقامت کے ان زندہ جاوید نمونوں میں عربی و عجمی، مشرقی و مغربی، شامی و مصری، خراسانی و عراقی اور حبشی و رومی ہر طرح کے لوگ موجود ہیں۔ ان حضرات سے جن کا رنگ، وطن اور قومیت سب ایک دوسرے سے مختلف ہے، ایسے بہت سے واقعات رونما ہوئے ہیں جو آپس میں بڑی حد تک مشابہت اور یکسانیت رکھتے ہیں۔ لیکن ان واقعات کا پڑھنے والا ان پر نہ تو چونکتا یا کھٹکتا نہیں۔ اس لئے کہ اسے خوب معلوم ہے کہ اسلام نے ان سب کو یکسانیت کے سانچے میں ایسا ڈھال دیا ہے کہ اب ان میں محمود و ایاز ایک ہی صف میں نظر آتے ہیں، اور اس دین خداوندی نے اُن کی سیرتوں کو مانجھ کر ایسا

پاک وصاف اور آبدار بنا دیا ہے کہ اب وہ آپس میں ایک دوسرے کا آئینہ معلوم ہوتے ہیں۔

اسلامی علوم کی تدوین کا انداز

ان اوراق سے یہ بات بھی عیاں ہو کر سامنے آتی ہے کہ اسلامی علوم کی تدوین وتالیف پر فضا وشاداب مقامات نہروں کے کناروں یا سایہ دار درختوں کی چھاؤں میں بیٹھ کر نہیں ہوئی ہے، بلکہ یہ کام خون اور گوشت کی قربانی دے کر ہوا ہے۔ نیز اس کے لئے سخت گرمیوں میں پیاس کی ناقابل برداشت تکالیف اٹھانی پڑی ہیں، اور رات رات بھر ٹمٹماتے چراغ کے سامنے جاگنا پڑا ہے۔ لیکن ان باتوں سے نہ امانت علم متاثر ہوئی ہے اور نہ ان حضرات کی دینی مضبوطی میں کوئی کمی ہی آئی ——— ان کی غیرت وخودداری بھی اپنی جگہ قائم تھی، اور اس میں کسی طرح کا کوئی فرق یا اضمحلال نہیں آیا تھا۔ نیز انھوں نے اپنی موٹی چھوٹی عسرت بھری زندگی کی وجہ سے عدل وانصاف کے تقاضے کو پورا کرنے میں کبھی کوتاہی سے کام نہیں لیا، بلکہ ہمیشہ جرأت وشجاعت اور حق گوئی وبے باکی ان کا شعار اور سرمایہ افتخار رہتی رہی۔ اس راہ میں اپنی جان عزیز کو قربان کر دینا بھی ان کے نزدیک کوئی بڑی بات نہ تھی۔

محنت رائیگاں نہیں جاتی

ان اوراق سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر طالب علم حصولِ علم کے لئے پوری کوشش اور جدوجہد سے کام لے اور اس راہ میں آنے والے مصائب وآلام کو انگیز کر لے، نیز صعوبتوں اور دشواریوں پر کسی طرح قابو پالے تو خدا اس کی محنت کو رائیگاں نہیں کرتا۔ اور لوگ اس کے واجبی

حق کو سلب نہیں کر سکتے اور فوقیت و برتری اس کے قدموں کو چھوئے بغیر نہیں رہ سکتی ــــــ برتری، درحقیقت ــــــ طویل صبر کا نام ہے!!

اصولِ زندگی

ہم نے ان اوراق میں ایسی بہت سی شخصیتوں کا مطالعہ کیا ہے جنھوں نے اپنی زندگی کا آغاز، نہایت غربت و ناداری کے ساتھ کیا، اُن کے پاس دنیا نام کی کوئی بھی چیز نہ تھی۔ لیکن تھوڑے ہی دن گزرنے کے بعد چشمِ فلک یہ منظر دیکھتی ہے کہ وہ امت کے امامِ محترم اور مرجعِ خلائق بن کر سامنے آتے ہیں۔ حالاں کہ ابھی اُن کے رخساروں پر سبزہ بھی نہیں اُگا ہے اور مونچھیں بھی نہیں نکلی ہیں ــــــ لیکن اُن کی رفعتِ شان کا عالم یہ ہے کہ لوگ اپنے دین و شریعت کے بارے میں اُن پر پورا بھروسہ و اعتماد کرتے ہیں، اور رزق کے دروازے ہر چہار طرف سے کھل پڑتے ہیں۔ اور یہ زندگی کا مستقل اصول ہے کہ جس کا آغاز بے سروسامانی کے ساتھ ہوگا، اس کا انجام کامیابی و کامرانی کی شکل میں ہوگا۔ ہم رات دن یہ دیکھتے ہیں کہ دین یا دنیا کے جس کام کو بھی انسان محنت، خوب صورتی اور پامردی کے ساتھ انجام دیتا ہے آخر کار اس میں کامیاب و بامراد ہوتا ہے۔ پھر بھلا طالبِ علم کا کیا کہنا، جس کے نیچے فرشتے پر بچھاتے ہوں، خدا کی مدد اُس سے دُور کیوں رہے گی؟ ــــــ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ اس کی طرف سب سے زیادہ دوڑ کر آئے گی۔!!

ہمارے فرائض

ہم نے ان اوراق میں مصائب و آلام، فقر و فاقہ اور تنگی و ناداری پر صبر و برداشت

کے بہت سے اسباق پڑھے ہیں، انسانیت کے ان چراغوں سے روشنی حاصل کرنا ہمارا دینی واخلاقی فرض ہے، ان واقعات کو پڑھنے کے بعد کم ازکم ہمیں اتنا ضرور سیکھنا چاہئے کہ نفاق، خوشامد اور چاپلوسی جیسی ناپاک خصلتوں سے اپنے آپ کو بچائے رکھیں، اور یہ یقین رکھیں کہ "رزق" کسی بندے کے ہاتھ میں نہیں بلکہ اس خدائے رزاق کے قبضے میں ہے جو بڑی شان و شوکت اور بڑی قوت وعظمت والا ہے!!

ان واقعات سے یہ سبق بھی ملتا ہے کہ جب عالمِ دین، حق وانصاف پر مضبوطی کے ساتھ جم جاتا ہے اور اس کی خاطر ہر قربانی دینے کے لئے تیار ہو جاتا ہے تو وہیں نصرت خداوندی کا ظہور عمل میں آتا ہے اور آسمانی کمک اترتی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔

احتیاط کے ثمرات

ان اوراق سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حکام کے مال سے اپنے آپ کو بچائے رکھنے کے نتیجہ میں روشن ضمیری، بھلائی پھیلانے اور برائی مٹانے کے لئے کشادہ زبان اور دنیا والوں میں مقبولیت جیسی نعمتیں حاصل ہوتی ہیں۔ رَلی مِلی ڈھیر ساری دولت کے مقابلہ میں تھوڑا سا پاک وحلال مال، رضائے خداوندی کا ذریعہ اور باعثِ خیر وبرکت ہے۔

مقبولیت کا راز

ان اوراق سے معلوم ہوتا ہے کہ جس کسی نے اپنی شدید عسرت و ناداری اور انتہائی ضرورت و احتیاج کے عالم میں اپنے آپ کو حرام اور مشتبہ مال سے بچا لیا، خدا اس کے بدلے میں پاک وحلال مال عطا فرماتا ہے۔ پھر وہ پاکیزہ مال کھاتا ہے،

اور پاکیزہ بات کہتا ہے۔ خدا اس کے کلام میں نفع اور مقبولیت ڈال دیتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ دل کے لئے شفا اور روح کے لئے مرہم بن جاتا ہے۔

اہل علم کا مقام

ان اوراق سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل علم اگرچہ غریب و نادار ہی کیوں نہ ہوں، لیکن ان کا ذکر روئے زمین پر ہوتا ہے، غربت و ناداری کا تعلق ان کی چند روزہ زندگی سے ہے، لیکن اس دنیا سے جانے کے بعد وہ اپنی مہکتی ہوئی سیرت اور چار دانگ عالم میں بھلائی کے ساتھ یاد کئے جانے کی وجہ سے ان اغنیاء اور امراء کی صف میں نظر آتے ہیں جن کے مقابلے میں ان دنیوی امیروں اور دولت مندوں کی کوئی وقعت نہیں ہے۔ ان کی زندگی اپنے بعد آنے والوں کے لئے صبر و برداشت کے سلسلہ میں بہترین نمونہ کی حیثیت رکھتی ہے۔

کل اور آج کا فرق

ان اوراق کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کل اور آج کے طلباء کے درمیان زمین و آسمان کا فرق ہے، ماضی میں طلبہ پیدل یا اونٹوں پر سوار ہوکر بیابانوں اور بے آب وگیاہ میدانوں کو طے کرلیا کرتے تھے۔ رات کی مہیب تاریکی ہو یا دن کی چلچلاتی دھوپ ——— پیادہ پا چلتے رہنا اور جانگسل تکالیف اور خطرات کا سامنا کرکے کسی عالم، محدث، فقیہہ یا ادیب کی خدمت میں حاضر ہوکر علم و فن حاصل کرنا ان کا معمول تھا۔ پھر کمال یہ ہے کہ انہیں نہ اپنی عظمت و بڑائی کا احساس تھا نہ اظہار۔ چنانچہ آپ کو ان کی سیرت میں نہ متکبّروں کا ساغرور نظر آئے گا اور نہ شیخی خوروں کی سی ڈینگ۔ حالاں کہ آج بہت سے لوگ اسی مرض کے

شکار ہیں۔

یہ ماضی کے اہل علم کا حال تھا۔ اور اب جبکہ خدا کے فضل و کرم سے آمد و رفت کے وسائل نہایت آسان اور سہل ہو چکے ہیں۔ دور دراز علاقے نزدیک و قریب معلوم ہوتے ہیں۔ اور زمان و مکان کے فاصلے سمٹ کر رہ گئے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود موجودہ دور کے اکثر و بیشتر اہلِ علم کا حال یہ ہے کہ ان کی ہمتیں سرد، حوصلے پست، دماغی پیداوار کمزور اور لیاقت مفقود ہے ——— اور اس پر طرّہ یہ کہ آج ایسے بہت سے ڈینگ مارنے والے بے شرم لوگ بھی دنیا میں موجود ہیں، جو اپنی حدود سے بہت آگے بڑھ کر اسلاف کو نادان اور کم علم ٹھہرانے پر تُلے ہوئے ہیں۔ بھلا اُن سے کوئی پوچھے کہ کہیں چاند پر مٹی ڈالنے سے چاند غبار آلود ہوا ہے؟ ہاں وہ خاک اُن ہی کے سروں پر پڑ گئی ہے۔ اور ایسے لوگوں کو دنیا میں بھی ذلت و رسوائی کا سامنا کرنا پڑا ہے ـــ سچ ہے آسمان کا تھوکا ہوا اپنے ہی مُنہ پر آتا ہے۔

دین و دنیا میں سُرخ روئی

ان اوراق کے مطالعہ سے یہ بات بھی نمایاں ہو کر سامنے آئی کہ یہ عظیم و بلند پایہ شخصیتیں، علم کی چوٹی پر کس طرح پہنچیں۔ اس وقت اُن کی نہ کوئی حوصلہ افزائی تھی، نہ کہیں سے مالی معاوضہ ملنے کی امید ——— نہ وہ کسی سرکاری عہدے کے منتظر تھے، نہ کسی دُنیوی ملازمت کے خواہش مند، اُن کا آخری مقصد اور نصب العین جس کی وجہ سے انھوں نے یہ سب مصائب و آلام جھیلے ـــ خدمتِ دین، رضائے خداوندی اور کتاب و سنت کے علوم کی نشر و اشاعت کا جذبہ تھا۔ بالآخر

وہ اپنے مقصد کے اعتبار سے دنیا میں بھی کامیاب وکامران بن کر چکے ، اور آخرت میں خدا کے پاس ان مقدس حضرات کے لئے جو اجر وثواب محفوظ ہے وہ اس قدر لامحدود ہے کہ نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہوگا ، اور نہ کسی کان نے سنا ہی ہوگا ۔ انسان اپنے دل میں اس مقصد کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔

بچا کھچا سرمایہ

ان اوراق میں ایسے بہت سے حیرت انگیز صبر و برداشت کے نمونے انتھک اور غیر معمولی کوششیں ، مضبوط وکامیاب ارادے اور بڑی بڑی باکمال دماغی صلاحیتیں سامنے آئیں ۔ جن کی وجہ سے دنیا کے گوشے گوشے میں پائی جانے والی "اسلامی لائبریری" اپنے سر کو بجا طور پر فخر کے ساتھ بلند کئے ہوئے ہے۔

اور جاننے والے یہ جانتے ہیں کہ یہ وہ بچا کھچا سرمایہ ہے جو زمانہ کی دست و برد سے کسی طرح محفوظ رہ گیا ہے ۔ ورنہ دشمنان اسلام نے اسلامی لائبریری کو نیست ونابود کرنے میں کوئی کسر اٹھا کر نہیں رکھی ہے ۔ ایک زمانے میں اسلامی دارالخلافہ بغداد کے کتب خانوں کی لاکھوں اور کروڑوں نادر ونایاب کتابوں کو دجلہ میں ڈال دیا تھا جس کی وجہ سے ہفتوں تک اس کا پانی سیاہ شکل میں بہتا رہا ۔ اندلس میں ہزاروں اور لاکھوں نفیس وانمول تصنیفات کو صلیبی خونخواروں نے نذر آتش کر دیا ۔ تاتاریوں نے اپنے فتنہ وفساد کے دور میں جو اسلامی تصنیفی سرمایہ جگہ جگہ تباہ و برباد کیا وہ ایک مستقل داستان غم ہے ۔

طویل و عریض حدود

ان سب حوادث کے باوجود، آج اسلامی لائبریری، جس عظمت و رفعت کے ساتھ قائم ہے اور یہ بچا کھچا سرمایہ بھی جن طویل و عریض حدود تک پھیلا ہوا ہے، اس کا راز بھی ان اوراق میں محفوظ ہے۔

بلاشبہ اگر وہ ایمانی عزائم، پاکیزہ قلوب اور مقدس نفوس نہ ہوتے جنھوں نے اپنے آپ کو اسلام اور علوم اسلام کی نشر و اشاعت کے لئے وقف کردیا تھا، تو پھر بظاہر احوال، اس سرمایہ کا اس کثرتِ بے نہایت کے ساتھ ملنا دشوار تھا۔

اُن ہستیوں پر خدا کی ابدی رحمت و رضوان نازل ہو، جنھوں نے ہمارے واسطے عظمتوں کے یہ مینار تیار کئے اور اپنے خون، گوشت، نورِ بصیرت اور اپنی خداداد عقل و دانش سے اُن تصنیفات کو وجود بخشا۔ جن کی عظمت و برتری کا اعتراف دوست و دشمن ہر ایک کی زبان پر ہے

دلی آرزو

دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ ہمارے تعلیم یافتہ نوجوانوں میں خیر و برکت عطا فرمائے، اور ان میں ایسے لوگوں کو پیدا فرمائے جو علم و عمل، سیرت و اخلاق، حق گوئی و بے باکی تصنیفی و تالیفی مشغلے اور علمِ دین کی نشر و اشاعت کرنے نیز اسکے حصول میں اپنے آپکو گھلانے اور مصائب و آلام برداشت کرنے میں ان علمائے ربانیین کے سچے جانشین اور وارث کہلا سکیں۔ اگر ایسا ہوا تو لوگوں کی آنکھیں انھیں دیکھ کر ٹھنڈی ہونگی، دماغوں میں روشنی آئے گی اور دلوں میں راحت و سکون۔ اس وقت اہلِ ایمان کی خوشی قابلِ دید ہوگی

وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا

قابل مطالعہ چند کتابیں

اس موقع پر مناسب معلوم ہوتا ہے تفسیر و حدیث کی عربی، فارسی کتابوں کے علاوہ چند ضروری اور مفید اردو کی کتابوں کی نشاندہی کردوں تاکہ ان کا مطالعہ کرتے رہیں جو کہ علم و بصیرت میں زیادتی، علم میں جلاء اور عمل میں مستعدی کا انشاء اللہ تعالیٰ سبب ہوگا۔

اصلاح الطلبہ	مضمون حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ
مجالس ابرار	مجموعہ مضامین حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم
اداب المعلمین والمتعلمین	تالیف حضرت مولانا قاری صدیق احمد صاحب باندوی رحمہ اللہ تعالیٰ
مواعظ وملفوظات	حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ
مجموعہ تالیفات مصلح الامتؒ	حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب رحؒ
ترجمان السنۃ	حضرت مولانا بدر عالم صاحب میرٹھی رحؒ
علمائے سلف	حضرت مولانا حبیب الرحمٰن خاں شیروانی رحؒ
قصص القرآن	حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب سیوہاروی رحؒ
تربیت اولاد کا اسلامی نظام	ترجمہ وتلخیص از مؤلف
اقوال سلفؒ	از مؤلف
دینی مدارس مسائل اور انکا حل	تالیف مولانا مطیع الرحمٰن صاحب قاسمی بھاگلپوری
عہد زریں	مولانا محمد میاں صاحب دیو بندی رحؒ
تاریخ دعوت وعزیمت مکمل	حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحؒ

حضرت عبداللہ بن المبارکؒ کے اشعار اور نصائح

ابن المبارکؒ کے نصیحت آمیز کلمات یہ ہیں :۔

(۱) طالب علم کی نیت صحیح ہونی چاہیئے (۲) استادوں کے حروف اور کلمات کو کامل توجہ سے سننا چاہیئے ۔ اور پھر ۳ اس میں غور و فکر کرنا ضروری ہے ۔ ۴ اس کے بعد ان کو محفوظ کرنا ۵ اور مشہور شاگردوں میں پھیلانا چاہیئے ۔ جو کوئی بھی ان پانچ شرطوں میں سے ایک کو بھی نظر انداز کرے گا اس کا علم ناقص رہے گا۔

نیز یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ میں نے چار ہزار احادیث میں سے چار باتیں منتخب کی ہیں ۔ اوّل یہ کہ مال دنیا پر مغرور نہ ہونا چاہیئے ۔ دوسرے یہ کہ اپنے شکم میں کوئی ایسی چیز داخل نہ کرنا چاہیئے جس کا وہ کماً اور کیفاً متحمل نہ ہو ۔ تیسرے یہ کہ علم اسی قدر حاصل کرنا چاہیئے جس قدر کہ وہ نافع ہو ، چوتھے یہ کہ کسی چیز میں عورت پر بھروسہ نہ کرنا چاہیئے ۔ (یہ ایسا کلیہ نہیں جس کے خلاف عمل نہ ہو سکے ۔ مرتب)

ابن المبارکؒ کا تقویٰ

ابن المبارکؒ کے تقویٰ اور پرہیز گاری کی بھی عجیب عجیب حکایتیں منقول ہیں ؛ لکھا ہے کہ ایک دفعہ ملک شام میں کسی سے قلم عاریۃً لیا تھا ، اس کا دینا یاد نہ رہا ۔ اپنے ہمراہ اپنے وطن مرو میں لے آئے ۔ جب یاد آیا تو پھر ملک شام میں اسے دینے تشریف لے گئے ۔ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ میرے نزدیک شک و شبہہ کا ایک درہم واپس کر دینا ، لاکھ درہم راہ خدا میں صرف کر دینے سے بہتر ہے ۔ (بستان المحدثین صـ ۱۰۴ مؤلفہ شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی رح) آپ کے اشعار یہ ہیں ؎

ارى الملوك بادنى الدين قد قنعوا   وما اراهم رضوا فى العيش بالدون

؎ حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ کی وصیتیں جو اپنے صاحبزادے حضرت حماد کو فرمائی ہیں ان کو علیحدہ رسالہ کی شکل میں "وصیتیں" کے نام سے شائع کیا ہے اس کا مطالعہ کریں بہت مفید ہے ۔ محمد قمر الزماں

میں بادشاہوں کو دیکھتا ہوں کہ تھوڑے سے دین پر قانع ہو چکے ہیں، مگر یہی لوگ معمولی عیش و عشرت پر راضی نہیں ہیں۔

فاستغن بالدین عن دنیا الملوك كما — استغنى الملوك بدنیاهم عن الدین

تو اے مخاطب، تو کامل دین کو اختیار کر کے بادشاہوں کی دنیا سے بے نیاز ہو جا، جیسا کہ یہ لوگ اپنی دنیوی دولت کی وجہ سے دین سے مستغنی ہو گئے ہیں۔ (معرفت حق صفر ۱۳۹۵ھ ص۳۵)

ف: سبحان اللہ! کتنے عمدہ اشعار ہیں جو صرف طلبہ ہی کیلئے نہیں بلکہ عوام و خواص سبھی کے لئے نصیحت آموز ہیں۔ (مرتب)

حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمہ اللہ کے نصائح

اتباع[۱] سنت کی کوشش کریں، خصوصاً فرائض اور واجبات کے اتباع میں، اور مکروہات اور مشتبہات کے بچنے میں سنت کی رعایت کو محکم پکڑیں۔ پنجگانہ[۲] نماز مسجدوں میں جماعت کے ساتھ پڑھیں، اس طرح کہ تکبیر تحریمہ اول فوت نہ ہو۔ تمام[۳] سنن اور آداب نماز کی اچھی طرح رعایت کریں۔ نماز[۴] پورے اطمینان سے ادا کریں۔ تہجد[۵] کو جو سنت مؤکدہ ہے ہاتھ سے نہ جانے دیں۔ خرید[۶] و فروخت وغیرہ معاملات میں مسائل فقہ کی رعایت لازم رکھیں۔ فرائض[۷] و واجبات کی ادائیگی اور مکروہات و مشتبہات سے پرہیز کرنے کے بعد صوفی پر لازم ہے کہ اپنے اوقات کو ذکر الٰہی سے معمور رکھیں۔ بیہودگی[۸] میں اپنا وقت ضائع نہ کریں۔ حدیث[۹] شریف میں آیا ہے کہ اہل جنت کو جنت میں کوئی حسرت نہ ہوگی بجز دنیا کی اس گھڑی پر جس میں انھوں نے خدا کا ذکر نہ کیا ہوگا۔ اور جس طرح سے کہ ظاہری کفر کا ازالہ کلمہ لا الٰہ الا اللہ سے ہو جاتا ہے اسی طرح باطنی کفر کا ازالہ بھی اسی کلمہ سے ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جَدِّدُوْا اِیْمَانَکُمْ یعنی اپنے ایمان کو تازہ کرتے رہا کرو۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ ایمان کو کیسے تازہ کیا کریں؟

فرمایا کہ کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ کے تکرار سے۔ چنانچہ تمام سلاسل کے مشائخ نے مریدوں کیلئے اسی کلمہ کا ذکر تجویز کیا ہے۔
نفس کے فنا کیلئے کلمہ طیبہ کا تکرار زبان سے جس کے ساتھ معنی کا بھی پورا خیال ہو مفید ہے، کیونکہ نفس عالم خلق سے ہے اور فنائے نفس کے بعد کمالات نبوت کے مقام میں اس سے اوپر تلاوت قرآن شریف اور کثرتِ نماز سے ترقی حاصل ہوتی ہے۔ ایک شخص نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے التجا کی کہ مجھ کو بہشت میں آپ کی ہمسائگی نصیب ہو۔ آپ نے فرمایا کہ کچھ اور مانگو، اس نے کہا مجھے تو بس یہی چاہیئے۔ آپ نے فرمایا کہ اچھا تو پھر (نفس کے مارنے میں) کثرتِ سجود سے میری مدد کرو۔ (ملخص از وصیۃ السالکین)

حکیم الاُمّت مولانا تھانویؒ کی وصیّت

فرمایا: دینی و دنیوی مضرتوں پر نظر کر کے ان امور سے خصوصیت کے ساتھ احتیاط رکھنے کا مشورہ دیتا ہوں۔ (۱) شہوت و غضب کے مقتضا پر عمل نہ کریں۔ (۲) بے مشورہ کوئی عمل نہ کریں۔ (۳) کثرت اختلاط خلق بلاضرورت شدیدہ و بلامصلحت مطلوبہ اور خصوصًا جبکہ دوستی کے درجہ تک پہنچ جاوے پھر خصوصًا ہر کس و ناکس کو رازدار بھی بنالیا جائے، نہایت مضر چیز ہے۔ (۴) اسی طرح کثرتِ کلام اگرچہ مباح کے ساتھ ہو سخت مضر ہے۔ (۵) غیبت قطعًا چھوڑ دیں (۶) بدون پوری رغبت کے کھانا ہرگز نہ کھائیں (۷) بدون سخت تقاضا کے ہمبستر نہ ہوں (۸) بدون سخت حاجت کے قرض نہ لیں (۹) فضول خرچی کے پاس نہ جائیں (غیر ضروری سامان جمع نہ کریں)۔ (۱۰) سخت مزاجی و تندخوئی کی عادت نہ کریں (۱۱) رفق اور ضبط اور تحمل کو اپنا شعار بناویں (۱۲) زیادہ تکلف سے بہت بچیں اقوال و افعال میں بھی، طعام و لباس میں بھی (۱۳) مقتدا کو چاہیئے کہ اُمرا سے نہ بدخلقی کرے اور نہ زیادہ اختلاط کرے اور نہ ان کو حتی الامکان مقصود بنائے بالخصوص دنیوی نفع حاصل کرنے کے لئے۔ (۱۴) معاملات کی صفائی کو دیانات سے بھی زیادہ مہتم بالشان سمجھیں (۱۵) روایات و حکایات میں بے انتہا احتیاط کریں، اس میں بڑے بڑے دیندار فہیم لوگ بے احتیاطی کرتے ہیں خواہ سمجھنے میں

یا نقل کرنے میں (۱۶) بلا ضرورت بالکلیہ اور ضرورت میں بلا اجازت و تجویز طبیب حاذق شفیق کے کسی قسم کی دوا ہرگز استعمال نہ کریں (۱۷) زبان کی غایت درجہ ہر قسم کی معصیت ولایعنی سے احتیاط رکھیں (۱۸) حق پرست رہیں۔ اپنے قول پر جمود نہ کریں (۱۹) تعلقات نہ بڑھاویں (۲۰) کسی کے دنیوی معاملہ میں دخل نہ دیں (۲۱) حتی الامکان دنیا و مافیہا سے جی نہ لگاویں اور کسی وقت فکرِ آخرت سے غافل نہ ہوں (۲۲) ہمیشہ ایسی حالت میں رہیں کہ اگر اسی وقت پیام اجل آجائے تو کوئی فکر اس تمنا کا مقتضی نہ ہوں لَوْلَآ اَخَّرْتَنِیْٓ اِلٰٓی اَجَلٍ قَرِیْبٍ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ٥ اور ہر وقت یہ سمجھیں کہ شاید "ہمیں نفس نفس واپسیں بود" (یہی آخری سانس ہو) اور علی الدوام دن کے گناہوں سے قبل رات کے اور رات کے گناہوں سے قبل دن کے استغفار کرتے رہیں، حتی الوسع حقوق العباد سے سبکدوش رہیں۔ (۲۳) خاتمہ بالخیر ہونے کو تمام نعمتوں سے افضل واکمل اعتقاد رکھیں اور ہمیشہ خصوصاً پانچوں نمازوں کے بعد نہایت لجاجت وتضرع سے اس کی دعا کریں اور ایمان حاصل پر شکر کریں کہ حسب وعدہ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ یہ بھی اعظم اسباب ختم بالخیر سے ہے۔ (انفاس عیسیٰ ص۵۵۷ مؤلفہ حضرت مولانا محمد عیسیٰ صاحب الٰہ آبادی رح)

حضرت مرشدنا ومقتدانا مصلح الامۃ مولانا شاہ وصی اللہ صاحبؒ کی وصیت

اب اخیر میں خاص خیر وبرکت کیلئے "وصیۃ السالکین" سے حضرت مصلح الامۃؒ کی وصیتوں کا خلاصہ لکھ کر رسالہ ہٰذا کو ختم کرتا ہوں۔

(۱) فرائض کی ادائیگی کا خاص اہتمام کرے خواہ حقوق اللہ ہوں یا حقوق العباد۔

(۲) اسی اہتمام میں یہ بھی داخل ہے کہ ان دونوں کے فوت شدہ حقوق کی قضا کرے یعنی بلوغ کے بعد سے لیکر اب تک جو نمازیں (فرض وواجب) قضا ہوگئی ہیں، اسی طرح سے جو

عہ ترجمہ: کاش مجھے کچھ مہلت مل جاتی تو میں کچھ صدقہ خیرات کرلیتا اور نیک لوگوں میں سے ہو جاتا۔

روزے رہ گئے ہیں (اسی طرح زکوٰۃ بھی) ان کو ادا کرے۔ حقوق العباد (خواہ عرضی ہو یا مالی) ان کو ادا کرے۔ اس لئے کہ حقوق العباد کی ادائیگی کی شریعت میں بہت زیادہ اہمیت ہے۔ (۳) سب سے زیادہ مفید اور بابرکت وظیفہ تلاوتِ قرآن پاک ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ یہ تلاوت محض زبانی و سرسری نہ ہو، بلکہ قلب کی شرکت کے ساتھ ہو، یعنی غفلت کے ساتھ نہ ہو۔ تلاوت کے وقت یہ امر مستحضر ہو کہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، اللہ تعالیٰ نے ہماری ہدایت کیلئے بھیجا ہے۔ (۴) اسی طرح مناجات مقبول کی ایک منزل ضرور پڑھ لیا کرے۔ اس میں بھی یہ استحضار رکھا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مقبول دعائیں ہیں جن میں آپ نے دینی و دنیوی، ظاہری و باطنی حالی اور مآلی (آئندہ) تمام چیزوں کیلئے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی ہے اور قبول ہوئی ہے۔ (۵) نماز تہجد، چاشت، اشراق، اوابین وغیرہ نمازوں کی حتی الوسع پابندی کرے۔ نماز تہجد کے متعلق حدیث شریف میں آیا ہے پہلے زمانہ کے صالحین کا شعار رہا ہے اس لئے خاص طور سے اس کی پابندی کرے۔ (۶) قلب سے غفلت کا دور کرنا بھی ضروری ہے، اس کے لئے ذکر اللہ سے بڑھ کر کوئی چیز نافع نہیں ہے اس لئے اس کا ضرور معمول بنائے۔ (۷) حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رح کے مواعظ و ملفوظات اور تصانیف کے مطالعہ کا اہتمام کرے، نیز جو میرے رسائل ہیں ان کو بھی مطالعہ میں رکھے۔ ان کے مطالعہ سے انشاء اللہ دین و طریق سے مناسبت ہو جائے گی۔

(۸) سب سے زیادہ ضروری اور اہم اخلاق کی اصلاح ہے۔ اس لئے کہ حدیث میں حُسن خُلق کی بہت فضیلت بیان کی گئی ہے۔ حدیث میں ہے، انسان اپنے سوء خُلق کی بناء پر جہنم کے سب سے نچلے طبقہ میں جائے گا حالانکہ وہ دنیا میں عابد تھا۔ اسی طرح سے وہ اپنے حُسن خلق کی بناء پر جنت کے اعلیٰ طبقہ میں داخل ہوگا حالانکہ اس کی عبادات کچھ زیادہ نہ ہوں گی۔ اس سے معلوم ہوا کہ حُسنِ اخلاق کی شریعت میں خاص اہمیت ہے۔ (۹) اصلاح اخلاق کے لئے ضروری ہے کہ وقتاً فوقتاً اپنے شیخ کی خدمت میں حاضر ہوتا رہے، نیز بذریعہ خط و کتابت اپنے احوال سے برابر مطلع کرتا رہے

عہ احیاء العلوم ج ۳ ص ۱۵

اور جو علاج شیخ تجویز کرے اس پر عمل کرے۔ بغیر اس کے اصلاح نہایت مشکل ہے۔

(۱۰) اصلاح میں ابتدار تو اپنے نفس وذات سے کرے، جیسا کہ کسی نے کیا ہی خوب کہا ہے ؎

ابدأ بنفسك فانهها عن غيّها   فاذا انتهت عنه فانت حكيم

یعنی اصلاح کی ابتدا، اپنے نفس سے کرو، پس اس کو اسکی بے راہ روی سے روکو۔ اس لئے کہ جب تمھارا نفس گمراہی سے رک جائیگا تو تم حکیم ہو جاؤ گے۔

اس کے بعد اپنے اہل وعیال کی اصلاح کا خیال رکھے اور اس کی فکر وخبر گیری کرے۔ جیسا کہ حق سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے۔ يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا (یعنی اے ایمان والو، اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو جہنم کی آگ سے بچاؤ) اس سے معلوم ہوا کہ ہر شخص کو اپنی اصلاح کے ساتھ ساتھ اپنے گھر، خاندان اور متعلقین کی اصلاح کی فکر کرنا ضروری ہے۔ پس اگر ہر شخص اس طرح کام میں لگ جائے تو دین عام ہو کر ایک صالح ماحول بن جائیگا جو ہمارے دین حنیف کی حفاظت بلکہ ترقی کا ذریعہ ہوگا۔ (وصیۃ السالکین ملخصاً ص۱۷)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحت تعلیم وتعلم کے سلسلہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک جامع نصیحت نفع عام کیلئے درج کرنے کو اپنی سعادت سمجھتا ہوں۔ وہو ہٰذا:۔

قال علیہ الصلوٰۃ والسلام اغد عالما او متعلما او مستمعا او محبا ولا تکن الخامسۃ فتھلک۔ (جامع الصغیر مع فیض القدیر ج ۲ ص۱۷) یعنی عالم ہو جاؤ یا متعلم ہو جاؤ یا علم کے سننے والے ہو جاؤ یا علم کو دوست رکھنے والے ہو جاؤ۔ ان چار جماعتوں میں سے جس سے چاہو بنو، پانچویں مت بنو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔ اب اخیر میں اس شعر پر کتاب کو ختم کرتا ہوں ؎

دادیم ترا از گنج مقصود نشاں   گر ما نہ رسیدیم تو شاید برسی

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان آداب و وظائف ونصائح پر عمل کی توفیق ارزانی فرمائے اور قبول فرمائے آمین!

محمد قمر الزمان عفی عنہ، ۱۵ رجمادی الثانیہ ۱۳۹۱ھ

ماٰخذ و مراجع

اسمائے کتب	اسمائے مصنفین
قرآن پاک	
فتح الباری	علامہ ابن حجر عسقلانی رح
ترمذی شریف	ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی
گلستان سعدی	مصلح الدین شیخ سعدی شیرازی
بیان القرآن	حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رح
تفسیر ابن کثیر	مولانا حافظ عماد الدین ابن کثیر رح
تفسیر مظہری	قاضی ثناء اللہ پانی پتی رح
معارف القرآن	حضرت مفتی محمد شفیع صاحب مفتیٔ اعظم پاکستان
تفسیر عزیزی	حضرت شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی رح
ترجمہ قرآن پاک	شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن دیوبندی رح
الترغیب والترہیب	الامام الحافظ زکی الدین عبد العظیم بن عبد القوی المنذری
مشکوٰۃ شریف	شیخ ولی الدین محمد ابن عبد اللہ الخطیب تبریزی
طبقات کبریٰ	للعلامہ شعرانی رح
مدارج السالکین	للامام العلامہ ابن القیم الجوزیہ رح
بیاض مصلح الامت رح	مصلح الامت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب رح
وصیۃ الاخلاص	" " " "
وصیۃ الاخلاق	" " " "
مجمع البحار	الشیخ العلامہ محمد طاہر الصدیقی الہندی
الموافقات	للعلامہ الشاطبی رح
مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح	حضرت ملا علی قاری رح
عرفان محبت	منظوم کلام حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رح
تعمیر حیات	پندرہ روزہ اردو جریدہ ، دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ
طحطاوی علی المراقی	
احیاء العلوم	امام ابو حامد محمد بن محمد الغزالی رح
منہاج العابدین	" " "
رسالہ البلاغ	ماہانہ جریدہ دار العلوم کراچی
رسالہ نظر و فکر ماہنامہ علیگڈھ	ماہنامہ علیگڈھ
اہل دل کی دلآویز باتیں۔	محدث کبیر مولانا حبیب الرحمٰن الاعظمی رح

تذکرۃ الرشید — مرتبہ مولانا عاشق الٰہی میرٹھی
جامع صغیر — جلال الدین سیوطی رح
نفحۃ العرب — للعلامہ مولانا اعزاز علی صاحب دیوبندی رح
طریقۂ تعلیم
مکتوبات معصومیہ — خواجہ محمد معصوم مجددی رح
بوستان — مصلح الدین شیخ سعدی شیرازی رح
ترصیع الجواہر المکیہ — للعلامۃ الشیخ عبد الغنی الرافعی رح
بخاری شریف — للامام محمد بن اسمٰعیل البخاری رح
فاتحۃ العلوم — امام غزالی رح
کشف الخفاء ومزیل الالباس — عما اشتہر من الاحادیث علی السنۃ الناس للمفسر المحدث اسمٰعیل بن محمد العجلونی۔ (موجود فی کتب خانہ ریاض العلوم)
بیضاوی شریف — قاضی ناصر الدین عبد اللہ بن عمر بن محمد بن علی الشیرازی رح
موافقات — للعلامہ شاطبی رح
البنیان المشید — سیدنا امام رفاعی رح
مکتوبات امدادیہ — مکاتیب حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رح
مالا بد منہ — قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رح
موقف ائمۃ الحرکۃ السلفیہ — مؤلفہ مکرم عبد الحفیظ مکی، خلیفہ شیخ الحدیث رح
آداب الشیخ والمرید — شیخ محی الدین ابن عربی ترجمہ مفتی محمد شفیع صاحب رح
اشعۃ اللمعات، شرح مشکوٰۃ — شرح فرمودہ حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رح
رسالہ "البلاغ" — ماہنامہ بمبئی
اعیان الحجاج — مولفہ: مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی رح
امداد السلوک — حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رح
طحطاوی علی الدر
درمختار
بستان المحدثین — مولانا شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی رح
الدر المنضود — للعلامہ شعرانی رح
الابداع فی مضار الابتداع — شیخ علی محفوظ مصری
تفہیمات — شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رح
تعلیم الدین — حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رح
پاجا سراغ زندگی — مولانا ابو الحسن علی ندوی رح
صفحات من صبر العلماء — علامہ عبد الفتاح ابو غدۃ رح
وصیۃ السالکین
انفاس عیسیٰ — مرتبہ مولانا محمد عیسیٰ صاحب الہ آبادی رح

مطبوعات مکتبہ دار المعارف الٰہ آباد
شیخ طریقت حضرت مولانا محمد قمر الزماں صاحب الٰہ آبادی
اقوال سلف رح (چھ جلدیں)
تربیت اولاد کا اسلامی نظام
(اردو، انگریزی، گجراتی بنگلہ)
وصیۃ الآداب
فیضان محبت (شرح عرفان محبت)
گلدستۂ اذکار
(ریاض السالکین فی احادیث سید المرسلین)
(اردو، انگریزی)
معارف صوفیہ
نقوش و آثار مفکر اسلام رح
الافاضات الاحسانیۃ (مجموعہ مواعظ)
تذکرۂ مصلح الامت رح
زیارت حرمین شریفین
طہارت قلب
ہدایات نافعہ (اردو، انگریزی)
گناہوں کا وبال اور اس کا علاج
شرح صدر
جامع الحقوق
چند وصیتیں
(اردو، انگریزی، گجراتی)
حقیقی حج (اردو، انگریزی، گجراتی)
نکاح کی شرعی حیثیت
(اردو، انگریزی، گجراتی)
درس قرآن (اردو، انگریزی)
امت کی مایۂ ناز شخصیت
(مولانا علی میاں رح)
امت کی ایک عظیم المرتبت شخصیت
(مولانا ابرار الحق صاحب رح)
عقائد و فرائض مع وظائف و نصائح
حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاپگڈھی رح
روح البیان (۳ جلدیں)
اخلاق سلف رح
کمالات نبوت (زیر طبع)
عرفان محبت (مثل مطبوعات)
مولانا محبوب احمد صاحب ندوی
مشائخ نقشبندیہ مجددیہ رح
احسن السیر
(اردو، انگریزی، گجراتی)
شیخان (عینان تجریان)
تصفیۃ القلوب ملقب بہ شفائے دل
(اردو، گجراتی)
مولانا سعید احمد ندوی قاسمی
الاربعین (چالیس حدیثیں)
دیگر حضرات کی تصانیف
دینی نصاب (۲ جلدیں)
احادیث سلوکیہ
تسہیل قصد السبیل (اردو، گجراتی)
علامات قیامت (اردو، انگریزی، گجراتی)
تذکیر آخرت
جامع الاحکام
سو درود و سلام کا مقبول وظیفہ
مکتوب گرامی امام غزالی رح
اشک ندامت
میرے مدنی آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز
اعتراف ذنوب (زیر طبع)
تالیفات مصلح الامت رح
(مکمل جلدیں) (مثل مطبوعات)
MAKTABA DARUL MAARIF
639/B, Wasiabad Allahabad U.P.
خادم مکتبہ: محمد عبد اللہ قمر الزماں قاسمی الٰہ آبادی
Ph.: 0532-2550438 Mob: 9450581807